عالمِ ارواح کا میثاق

اور

عظمتِ مصطفیٰ ﷺ

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

منہاج القرآن پبلیکیشنز

عالمِ اَرواح کا میثاق

اور

عظمتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

خصوصی خطاب

مِنہاجُ القرآن پبلیکیشنز

365-ایم، ماڈل ٹاؤن لاہور، فون: 5168514، 042-111-140-140

یوسف مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور، فون: 042-7237695

www.Minhaj.org - sales@Minhaj.org

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

مُحَمَّدٌ سَیِّدُ الْکَوْنَیْنِ وَالثَّقَلَیْنِ

وَالْفَرِیْقَیْنِ مِنْ عُرْبٍ وَّمِنْ عَجَمِ

﴿ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَعَلٰی آلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَ بَارَکَ وَسَلَّمَ ﴾

نام کتاب	:	عالمِ اَرواح کا میثاق اور عظمتِ مصطفیٰ ﷺ
خصوصی خطاب	:	شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری
ترتیب و تدوین	:	محمد فاروق رانا
زیرِ اِہتمام	:	فریدِ ملّت رِیسرچ اِنسٹی ٹیوٹ Research.com.pk
مطبع	:	منہاجُ القرآن پرنٹرز، لاہور
اِشاعتِ اَوّل	:	مارچ 2009ء
تعداد	:	1,100
قیمت	:	-/90 روپے

نوٹ: شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی تصانیف اور ریکارڈڈ خطبات و لیکچرز کی کیسٹس اور CDs سے حاصل ہونے والی جملہ آمدنی اُن کی طرف سے ہمیشہ کے لیے تحریکِ منہاجُ القرآن کے لیے وقف ہے۔
(ڈائریکٹر منہاجُ القرآن پبلی کیشنز)

fmri@research.com.pk

حکومتِ پنجاب کے نوٹیفکیشن نمبر ایس او (پی۔ا) ۴-۱-۴ / ۸۰ پی آئی وی، مؤرّخہ ۳۱ جولائی ۱۹۸۴ء؛ حکومتِ بلوچستان کی چٹھی نمبر ۸۷-۴-۲۰ جنرل و ایم ۴/ ۰۷-۹۷-۳-۷، مؤرّخہ ۲۶ دسمبر ۱۹۸۷ء؛ حکومتِ شمال مغربی سرحدی صوبہ کی چٹھی نمبر ۲۴۴۱۱-۶۷ این۔ا / اے ڈی (لائبریری)، مؤرّخہ ۲۰ اگست ۱۹۸۶ء؛ اور حکومتِ آزاد ریاست جموں و کشمیر کی چٹھی نمبر س ت / اِنتظامیہ ۶۳-۸۰۶۱ / ۹۲، مؤرّخہ ۲ جون ۱۹۹۲ء کے تحت ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی تصنیف کردہ کتب تمام سکولز اور کالجز کی لائبریریوں کے لئے منظور شدہ ہیں۔

فہرس

عنوانات	صفحہ
پیش لفظ	۷
عالمِ اَرواح کے میثاق	
پہلا میثاق	
دوسرا میثاق: اَنبیاء کرام علیہم السلام سے پہلا میثاقِ نبوت	
آغازِ آیت میں ’’اِذْ‘‘ لانے کی معنوی اَہمیت	
اِستفہامِ اِنکاری کا مرادی مفہوم	
پانچ عظیم المرتبت انبیاء علیہم السلام	
اُولُوالعزم انبیاءِ کرام علیہم السلام میں سب سے بلند مرتبہ	
تیسرا میثاق: نبوتِ محمدی ﷺ پر اَنبیاءِ کرامؑ سے میثاق	
میثاقِ نبوتِ محمدی ﷺ میں اِقرار کا تقابلی فرق	
نبوتِ محمدی ﷺ اور دیگر انبیاء علیہم السلام کی نبوت کا واسطہ	
مکہ مکرمہ میں انبیاء علیہم السلام کا قیام	
مراحلِ معراج میں عظمتِ مصطفیٰ ﷺ کا پُرشکوہ منظر	

عنوانات	صفحہ
روزِ قیامت شانِ مصطفیٰ ﷺ کا عملی مظاہرہ	
روزِ محشر عرش پر حضور ﷺ کا جلوسِ عظمت	
آمدِ مصطفیٰ ﷺ کا اِنتظار اور شہر مدینہ کا قیام	
حیوانات میں معرفتِ محمدی ﷺ کے مظاہر	
نباتات میں معرفتِ محمدی ﷺ کے مظاہر	
اِحیاے موتیٰ کا بلند ترین تصور	
معجزہ دکھانے یا نہ دکھانے کا اختیار	
ایک قابل توجہ نکتہ	
محبت تعظیم و تکریم کے پیمانے خود وضع کرتی ہے	
اَئمہ و اَسلاف کا ادب و تعظیمِ مصطفیٰ ﷺ	
❁ حرفِ آخر	
❁ مآخذ و مراجع	

پیش لفظ

وجہ تخلیقِ کائنات حضور ختمی مرتبت ﷺ کے ساتھ بندۂ مومن کے تعلقِ حُبّی کے بارے میں شریعت کے صریح احکامات موجود ہیں۔ صحیح حدیثِ مبارکہ میں ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''کوئی شخص اُس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اُسے اُس کے والدین، اُس کی اولاد اور تمام لوگوں سے بڑھ کر محبوب نہ ہو جاؤں۔'' یہی اَصلِ ایمان ہے کہ روحِ کائنات ﷺ کے ساتھ اِنتہا درجے کا تعلقِ عشقی رکھا جائے۔ ربِ کائنات نے کائنات کے آغاز سے ہی تمام مخلوقات پر آپ ﷺ کی عظمت و رِفعت، شان و شوکت اور اعلیٰ مقام و مرتبت کو واضح کر دیا تھا۔ اِس پر قطعی دلیل وہ میثاقِ انبیاء ہے جس میں تمام انبیاء کرام سے آپ ﷺ کی نبوت پر ایمان لانے کا عہد لیا گیا۔

اِقامت و اِحیاے دین کا دار و مدار ایمان پر اور پھر کامل ایمان کا اِنحصار حضور تاجدارِ کائنات ﷺ کے عشق و محبت اور انتہا درجہ کی تعظیم و تکریم پر ہے۔ اگر ہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے شب و روز کا مطالعہ کریں تو یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہوجاتی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ اُن کا جو تعلقِ عشقی تھا اُس نے خود ہی محبت و تعظیمِ مصطفیٰ ﷺ کے آداب سکھا دیے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہر شان و شوکت اور بڑائی کی نسبت حضور نبی اکرم ﷺ کی طرف ہی کرتے تھے۔ جس سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عقیدہ کا پتہ چلتا ہے کہ وہ حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ کسی بھی مساوات اور مماثلت کے قائل نہ تھے اور آپ ﷺ کو بے مثل مانتے تھے۔

اگر ہم تاریخ کے اوراق پلٹ کر دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ عشق و محبتِ مصطفیٰ ﷺ کا یہ تسلسل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر تابعین، تبع تابعین اور اکابر ائمہ تک جاتا ہے۔ اَسلاف و اَخیار کے ادب و تکریمِ مصطفیٰ ﷺ کا یہ حال تھا کہ ذکرِ مصطفیٰ ﷺ سنتے ہی

اُن کی آنکھیں چھم چھم برسنے لگتیں، اور وہ اتنا روتے کہ لوگ عیادت کے لیے آتے۔ بڑے بڑے اکابر ائمہ و اولیاء کرام جو اپنی معمول کی زندگی میں کثیر التبسم، انتہائی خوش مزاج اور ظریف الطبع تھے وہ بھی آپ ﷺ کے عشق و محبت میں نہایت حزیں اور مغموم ہو جاتے۔

تحریکِ منہاجُ القرآن ایک رسول نما تحریک ہے۔ اس کے قائد شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدّ ظلّہ العالی ہمیشہ سے قرآن و حدیث کے مطابق صحیح عقائد کے اِحیا و اِبلاغ میں مصروفِ عمل ہیں۔ عالمی میلاد کانفرنس ۲۰۰۸ء کے موقع پر ہونے والے اِس خطاب میں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدّ ظلّہ العالی نے میثاقِ انبیاء علیہم السلام سے لے کر صحابہ کرام ﷺ اور بعد کے اکابر اسلاف، پھر حیوانات، نباتات اور جمادات کا حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ حُبّی و عشقی تعلق بیان کر کے اُمتِ مسلمہ کو پیغام دیا ہے کہ اگر اُمت چاہتی ہے کہ اُن پر اللہ تعالیٰ کا لطف و کرم اور احسان و اکرام ہو اور وہ پھر سے ترقی و کامیابی سے ہمکنار ہوں تو ضروری ہے کہ اَسلاف کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے سینے میں عشق و محبتِ مصطفیٰ ﷺ کے چراغ فروزاں کیے جاسکتے ہیں۔ وہ ٹوٹا ہوا میثاق، جو اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام سے لیا، اُنہوں نے اپنی اپنی اُمتوں سے اور رب تعالیٰ نے خود حضور نبی اکرم ﷺ کی اُمت سے لیا، اُس کو جوڑا جائے۔ ہر سال آقا علیہ السلام کا یومِ ولادت اور ماہ ربیع الاول اِسی لئے آتا ہے کہ ادب و تعظیم اور تکریمِ رسول ﷺ کی وہ میراث جو صحابہ کرام ﷺ سے ملی تھی، اُن سے تابعین میں منتقل ہوئی اور پھر دیگر ائمہ اور اسلاف کو حاصل ہوئی وہ ہمیں بھی نصیب ہو اور اُمتِ مسلمہ کا کھویا ہوا وقار بحال ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حضور ﷺ سے حقیقی عشق اور لازوال محبت عطا فرمائے۔ (آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ)

(محمد فاروق رانا)

ڈپٹی ڈائریکٹر ریسرچ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّي وَنُسَلِّمُ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلٰـنَا مُحَمَّدٍ رَّسُولِهِ النَّبِيِّ الْأَمِينِ الْمَكِينِ الْكَرِيمِ الرَّؤُفِ الرَّحِيمِ.

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيمِ○

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ○

وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ ج اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ط قَالُوْا بَلٰى ج شَهِدْنَا ج اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ○ [1]

صَدَقَ اللهُ مَوْلٰـنَا الْعَظِيْم.

اللہ رب العزت کا شکر ہے، جس نے ہمیں اپنی خلق کی سب سے بڑی نعمت حضور نبی اکرم ﷺ کی ذات گرامی عطا کی اور ہمیں توفیق مرحمت فرمائی کہ ہم حضور نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ اقدس کے ساتھ اپنا رشتۂ محبت، رشتۂ اِتباع، رشتۂ تعظیم اور رشتۂ نصرت استوار کر سکیں۔ اور حضور علیہ الصلوۃ و السلام کی غلامی کی اس نسبت کے پیشِ نظر وہ عظیم شب عطا کی جو بارہ ربیع الاول کی شب میلادِ مصطفیٰ ﷺ ہے تاکہ ہم روئے زمین پر آقا علیہ السلام کی ولادت کی خوشیاں منا سکیں، اور میلادِ مصطفیٰ ﷺ کی ان خوشیوں کے ساتھ اپنی زندگی ظاہراً و باطناً حضور علیہ السلام کی غلامی، اطاعت اور اتباع میں گزار سکیں۔

---

(۱) الأعراف، ۷: ۱۷۲

عالمِ اَرواح کا میثاق

آج کی اس مبارک رات کی مناسبت سے میں نے جس موضوع کا انتخاب کیا ہے وہ ''عالم اَرواح کا میثاق'' ہے۔ میثاق سے مراد وہ عہد، پختہ وعدہ اور حلف ہے جو اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے کبھی تمام افراد کی اَرواح سے اور کبھی صرف انبیاے کرام اور رُسل عظام کی اَرواح سے لیا۔

عالمِ اَرواح میں تین میثاق ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک میثاق وہ ہے جس کا ذکر سورۃ الاعراف کی آیت نمبر ۱۷۲ میں یوں کیا گیا ہے:

وَاِذْ اَخَذَ رَبُّکَ مِنْ بَنِیْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُھُوْرِھِمْ ذُرِّیَّتَھُمْ وَاَشْھَدَھُمْ عَلٰٓی اَنْفُسِھِمْ ج اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ ط قَالُوْا بَلٰی ج شَھِدْنَا ج اَنْ تَقُوْلُوْا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِنَّا کُنَّا عَنْ ھٰذَا غٰفِلِیْنَ○

''اور (یاد کیجئے!) جب آپ کے رب نے اولادِ آدم کی پشتوں سے ان کی نسل نکالی اور ان کو انہی کی جانوں پر گواہ بنایا (اور فرمایا:) کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ وہ (سب) بول اٹھے: کیوں نہیں؟ (تو ہی ہمارا رب ہے،) ہم گواہی دیتے ہیں تاکہ قیامت کے دن یہ (نہ) کہو کہ ہم اس عہد سے بے خبر تھے○''

باقی دو کا ذکر اِن شاء اللہ تعالیٰ ترتیب کے ساتھ آگے آئے گا۔ یہ تین میثاق جو اللہ تبارک وتعالی نے عالم اَرواح میں لیے، کیا تھے؟

۱۔ پہلا میثاق اللہ تبارک و تعالیٰ نے تمام انسانوں کی روحوں سے اپنی توحید اور اُلوہیت کا لیا جس میں اللہ رب العزت نے ہر انسانی روح سے یہ عہد لیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کو ایک مانے گا، اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان لائے گا اور اُس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائے گا۔ اسے ''میثاقِ اَلَست'' بھی کہتے ہیں۔

۲۔ اس کے بعد دوسرا میثاق اللہ تبارک و تعالیٰ نے تمام انبیاء اور رسولوں کی روحوں سے لیا۔ یہ میثاقِ نبوت تھا، جو اِس اَمر کا اعلان تھا کہ تمہیں نبوت عطا کی جائے گی اور اپنی رسالت کا فریضہ ادا کرنے کے لیے تم اپنے اپنے وقت پر مبعوث کیے جاؤ گے اور تمہارے یہ فرائضِ نبوت و رسالت فروغِ دین کے لیے ہوں گے۔ جس طرح کسی شخص کو ایک عہدے پر فائز کیا جاتا ہے، تو اس appointment کے پہلے declaration کے طور پر ایک رسم حلف برداری (oath-taking ceremony) ہوتی ہے۔ اُسی طرح انبیاء کرام علیہم السلام کی حلف برداری کی یہ ایک روحانی تقریب (spiritual ceremony) تھی۔

۳۔ تیسرا میثاق بھی صرف انبیاء اور رُسل عظام علیہم السلام سے تھا اور وہ میثاق اُن سے نبوت و رسالتِ محمدی ﷺ پر ایمان لانے کا تھا۔ ہر نبی اور ہر رسول سے یہ وعدہ لیا گیا کہ وہ پیغمبر آخر الزماں سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کی نبوت و رسالت پر ایمان لائیں گے اور ان کے پیغمبرانہ مشن کی مدد کریں گے۔

اَب ہم عالمِ اَرواح میں ہونے والے تینوں مواثیق کے مضامین کا تجزیہ کریں گے اور قرآن مجید اور حدیثِ مبارکہ کی روشنی میں اُن کا تقابلی مطالعہ اور باہمی موازنہ کریں گے۔

پہلا میثاق

پہلا میثاق اللہ تبارک و تعالیٰ کا اپنی ذات، اپنی وحدانیت، اپنی توحید اور اپنی اُلوہیت کی نسبت سے تھا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی توحید کے لیے عہد لے رہا ہے کہ توحید پر ایمان لاؤ گے اور شرک نہیں کرو گے۔ اس کے لیے ارشاد فرمایا:

وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِيٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ.[1]

’’اور (یاد کیجئے!) جب آپ کے رب نے اولادِ آدم کی پشتوں سے ان

(۱) الأعراف، ۷: ۱۷۲

کی نسل نکالی۔‘‘

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور امام احمد بن حنبل نے بھی اپنی مسند میں روایت کیا ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ یہ میثاق مقامِ عرفات میں لیا گیا۔ اُس وقت آدم علیہ السلام کی پشت مبارک سے تمام انسانوں کو - جو قیامت تک اُن کی نسل سے اِس دنیا میں پیدا ہونے والے تھے - روحوں کی شکل میں ان کے سامنے متشکل کیا گیا۔ اِرشادِ نبوی ﷺ ہے:

أَخَذَ اللهُ الْمِيثَاقَ مِنْ ظَهْرِ آدَمَ بِنَعْمَانَ يَعْنِي عَرَفَةَ، فَأَخْرَجَ مِنْ صُلْبِهِ كُلَّ ذُرِّيَّةٍ ذَرَأَهَا، فَنَثَرَهُمْ بَيْنَ يَدَيْهِ كَالذَّرِّ، ثُمَّ كَلَّمَهُمْ قِبَلًا.(۱)

’’اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی پشت (میں موجود انبیاء) سے مقامِ عرفہ پر میثاق لیا، پس آپ کی پشت سے تمام ذریت کو نکالا جسے اُس نے پیدا کیا تھا، پھر اُنہیں اپنے سامنے (سورج کی شعاعوں میں نظر آنے والے) ذرات کی شکل میں بکھیر دیا، پھر اُن کے ساتھ براہ راست کلام فرمایا۔‘‘

آدم علیہ السلام کی پشت سے ان تمام انسانوں کی روحوں کو نکالا گیا جو قیامت تک دنیا میں پیدا ہونے والے تھے اور اُنہیں روحوں کی شکل دے کر آدم علیہ السلام کے سامنے لایا گیا۔ پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے آدم علیہ السلام کے سامنے اُن سب انسانی روحوں سے خطاب کیا اور فرمایا: اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ (کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں)؟ سب نے سرِ تسلیم خم کیا اور جواب دیا: بَلٰی (ہاں! باری تعالیٰ تو ہی ہمارا رب ہے)۔ جب سب نے اللہ تبارک وتعالیٰ کی اُلوہیت، وحدانیت اور ربوبیت کا اقرار کر لیا تو آگے قرآن فرماتا ہے:

شَهِدْنَا ۚ أَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ ۝(۲)

(۱) احمد بن حنبل، المسند، ۱: ۲۷۲

(۲) الأعراف، ۷: ۱۷۲

’’ہم گواہی دیتے ہیں تاکہ قیامت کے دن یہ (نہ) کہو کہ ہم اس عہد سے بے خبر تھےo‘‘

یہ عہد صرف انبیاء اور رسولوں سے نہیں تھا بلکہ پوری نسلِ بنی آدم اور تمام کائناتِ اِنسانی کے جملہ اَفراد سے تھا۔ جب انہوں نے اقرار کر لیا تو حدیث میں آتا ہے کہ ملائکہ نے اس کے اوپر گواہی دی اور تمام فرشتوں کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے گواہ بنایا۔(۱) شَھِدْنَا کے کلمہ میں ملائکہ کی طرف اشارہ ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی توحید اور ربوبیت کا اقرار کیا اور گواہ ہوگئے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے پوری زمین و آسمان کو گواہ بنا دیا(۲) تاکہ اپنے اپنے وقت پر جب یہ لوگ دُنیا میں پیدا ہو چکے ہوں گے، اور قوموں کی شکل میں موجود ہوں گے تب اللہ تبارک و تعالیٰ کے بھیجے ہوئے نبی اور رسول آئیں گے اور اُنہیں توحید کی دعوت دیں گے، تو ان میں سے بے شمار لوگ منکر ہو جائیں گے (جیسا کہ ہوتے رہے)۔ کئی ایمان لائیں گے اور کئی روحیں اپنا اقرار بھول جائیں گی۔ وہ کفر و شرک کریں گی، منکر ہو جائیں گی، انبیاء کو ردّ کریں گی، اُن کی دعوت قبول نہیں کریں گی۔ جب قیامت کے دن وہ اِس اَمر سے منکر ہوں گے تو اُن کے انکار کو ردّ کرنے کے لیے یہ گواہی دلوائی تاکہ وہ یہ نہ کہ سکیں کہ ہمیں اس کا پتہ ہی نہیں تھا۔

امام احمد بن حنبل نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: یہ جو گواہی لی گئی، وہ یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ فرماتے گا: اَلَّا تُشْرِکَ بِي شَيْئًا کہ اے انسان! تو میرے ساتھ، میری وحدانیت پر ایمان رکھے گا اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائے گا۔(۳)

---

(۱) ۱۔ طبری، جامع البیان فی تفسیر القرآن، ۹: ۱۱۳
۲۔ قرطبی، الجامع لأحکام القرآن، ۷: ۳۱۸
۳۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۲: ۲۶۲

(۲) احمد بن حنبل، المسند، ۱: ۱۲۷

(۳) احمد بن حنبل، المسند، ۱: ۱۲۷

یہ مضمون حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے حضرت سعید بن جُبیر کے طریق پر مروی ہے۔(۱) یہی مضمون بخاری اور مسلم، دونوں کتبِ حدیث میں وارِد ہوا ہے۔(۲) پھر یہی مضمون امام نسائی نے السنن کی کتابُ التفسیر میں روایت کیا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہر روح سے اپنی توحید پر ایمان لانے اور شرک نہ کرنے کا عہد لیا تھا۔ امام ابن جریر، امام ابن ابی حاتم رازی اور حافظ ابن کثیر نے بھی اسی کو روایت کیا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے یہ روایت کیا:

إن اللہ مَسَحَ صُلْبَ آدمَ فَاسْتَخْرَجَ مِنْهُ كُلَّ نَسَمَةٍ هُوَ خَالِقُهَا إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ. (۳)

’’اللہ تعالیٰ نے جب آدم علیہ السلام کی صلب پر اپنا دستِ قدرت پھیرا، اور اُس سے ہر وہ جاندار نکال دیا جسے وہ قیامت کے دن تک آپ کی اولاد میں سے پیدا کرنے والا تھا۔‘‘

اسی طرح جامع ترمذی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کا فرمان اقدس ہے:

لَمَّا خَلَقَ اللہُ آدَمَ مَسَحَ ظَهْرَهُ فَسَقَطَ مِنْ ظَهْرِهِ كُلُّ نَسَمَةٍ هُوَ

---

(۱) احمد بن حنبل، المسند، ۱: ۲۷۲

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الأنبیاء، ۳: ۱۲۱۳، رقم: ۳۱۵۶

۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب صفة القیامة، ۴: ۲۱۶۰، رقم: ۲۸۰۵

۳۔ نسائی، السنن الکبریٰ، ۶: ۳۴۷، رقم: ۱۱۱۹۰

(۳) ۱۔ طبری، جامع البیان فی تفسیر القرآن، ۹: ۱۱۲

۲۔ ابن ابی حاتم رازی، تفسیر القرآن العظیم، ۵: ۱۶۱۲-۱۶۱۶

۳۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۲: ۲۶۲

خَالِقُهَا مِنْ ذُرِّيَّتِهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ.(۱)

”اللہ تعالیٰ نے جب آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو ان کی صلب پر اپنا دستِ قدرت پھیرا۔ چنانچہ آپ کی پشت سے ہر وہ جاندار گر پڑا جسے اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن تک آپ کی اولاد میں پیدا کرنا تھا۔“

یعنی قیامت تک جس جس روح اور جس جس وجودِ بشری کو اللہ تبارک و تعالیٰ دنیا میں پیدا کرنے والا تھا، اُسے صلبِ آدم سے نکالا اور بصورتِ روح متشکل کرکے تمام ارواح سے یہ عہد لیا کہ وہ سارے کے سارے لوگ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں گے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔ اس پر حضرت عبد اللہ بن عَمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آقا علیہ السلام نے فرمایا: جب اَلَستُ بِرَبِّكُم کا جواب بَلٰی دے چکے اور اقرارِ توحید و اقرارِ ربوبیت کرچکے تو پھر فرشتوں نے اپنی زبان سے کہا:

شَهِدْنَا ۚ اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ ۝(۲)

”ہم گواہی دیتے ہیں تاکہ قیامت کے دن یہ (نہ) کہو کہ ہم اس عہد سے بے خبر تھے ۝“(۳)

اب یہی مضمون سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔ تفصیل کے ساتھ اِس کا بیان ”سنن ابی داؤد“ میں بھی آیا ہے،(۴) اور ”جامع ترمذی“ میں بھی ہے۔(۵)

(۱) ۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، أبواب التفسیر، باب ومن سورۃ الاعراف، ۵: ۲۶۷، رقم: ۳۰۷۶

۲۔ حاکم، المستدرک، ۲: ۳۵۵، رقم: ۳۲۵۷

(۲) الأعراف، ۷: ۱۷۲

(۳) ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۲: ۲۶۲

(۴) أبو داود، السنن، کتاب السنۃ، باب فی القدر، ۴: ۲۲۶، رقم: ۴۷۰۳

(۵) ترمذی، الجامع الصحیح، أبواب التفسیر، ۵: ۲۶۶، رقم: ۳۰۷۵

امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ کے طریق سے بھی یہ مضمون بیان ہوا ہے[1]، اِس کو امام ابن ابی حاتم نے بھی روایت کیا ہے۔[2] یعنی تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جہاں اِس مضمون کو بیان کیا وہ ایک ہی مضمون ہے کہ یہ میثاقِ توحید تھا اور اِس پر ملائکہ کی گواہی تھی۔ حضرت ابوجعفر الرازی نے اِس کو حضرت ابو العالیہ کے طریق سے، حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، ان کا مضمون بھی یہی ہے۔ اِن کے مضمون میں زمین و آسمان کی گواہی کا بھی ذکر آیا ہے۔ ارشاد فرمایا:

جَمَعَهُم لَهٗ يَوْمَئِذٍ جَمِيعاً مَا هُوَ كَائِنٌ مِنْهُ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، فَجَعَلَهُمْ أَرْوَاحاً، ثُمَّ صَوَّرَهُمْ، واسْتَنْطَقَهُمْ فَتَكَلَّمُوْا، وَأَخَذَ عَلَيْهِمُ الْعَهْد وَالْمِيْثَاق مَا هُوَ كَائِنٌ مِنْهُ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ.[3]

’’اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے لیے اُس دن اُن تمام (اَرواح) کو جمع کیا جو نسل بنی آدم سے قیامت کے دن تک دنیا میں پیدا ہونے والے تھے۔ پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان سب کو روحوں کی شکل میں متشکل کیا اور ان کو قوتِ گویائی عطا کی، پھر وہ اللہ تبارک وتعالیٰ سے کلام کرنے لگے تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان سے عہد اور میثاق لیا، جو کہ قیامت تک باقی رہنے والا ہے، کہ میرے سوا کوئی معبود اور رب نہیں ہے، اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراؤ گے۔‘‘ ایک حدیث میں ہے کہ اِس کے بعد اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: میں ساتوں آسمانوں اور زمینوں کو تمہارے اوپر گواہ بناتا ہوں۔[4] تو زمین و آسمان نے اپنی زبانِ حال سے اس پر گواہی دی۔

(۱) مالك بن أنس، المؤطا، كتاب القدر، ۲: ۸۹۸، رقم: ۱۵۹۳
(۲) ابن ابی حاتم رازی، تفسير القرآن العظيم، ۵: ۱۶۱۲، رقم: ۸۵۲۷
(۳) حاكم، المستدرك، ۲: ۳۵۳، رقم: ۳۲۵۵
(۴) احمد بن حنبل، المسند، ۵: ۱۳۵

دوسرا میثاق: اَنبیاء کرام علیهم السلام سے پہلا میثاقِ نبوت

اب آتے ہیں دوسرے میثاق کی طرف جو کہ میثاقِ نبوت ہے۔ یہ میثاق صرف انبیاء علیهم السلام سے لیا گیا۔ اس لیے کہا گیا کہ یہ ان کی رسم حلفِ برادری (oath-taking ceremony) تھی۔ اللہ رب العزت کا جن جن کو نبوت و رسالت کے اعزاز سے بہرہ یاب کرنے کا ارادہ اور اَمر ہو گیا تھا، ان انبیاء کی ارواح کو جمع کیا اور ان سے جو عہد و میثاق لیا وہ بشکل حلفِ نبوت تھا کہ تمہیں نبوت و رسالت سے سرفراز کروں گا اور تم نے اپنی نبوت و رسالت کے یہ فرائض ادا کرنے ہیں۔ اس میثاق کا ذکر سورۂ احزاب کی آیت نمبر ۷ اور ۸ میں یوں ہوا ہے:

وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ص وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًاo لِّيَسْئَلَ الصّٰدِقِيْنَ عَنْ صِدْقِهِمْ ج وَاَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًاo (۱)

”اور (اے حبیب! یاد کیجئے) جب ہم نے انبیاء سے اُن (کی تبلیغِ رسالت) کا عہد لیا اور (خصوصاً) آپ سے اور نوح سے اور ابراہیم سے اور موسیٰ سے اور عیسیٰ ابنِ مریم (علیهم السلام) سے اور ہم نے اُن سے نہایت پختہ عہد لیاo تاکہ (اللہ) سچوں سے اُن کے سچ کے بارے میں دریافت فرمائے اور اس نے کافروں کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہےo“

آغازِ آیت میں ”اِذْ“ لانے کی معنوی اَہمیت

یہاں ایک عمومیت کی شق ہے۔ اجمالی طور پر فرمایا: ”اور یاد کریں۔“ ایک قاعدہ یاد رکھ لیں کہ قرآن مجید کا نزول حضور علیہ الصلوۃ والسلام پر ہوا ہے اور جبرائیل امین براہِ

(۱) الأحزاب، ۳۳: ۷، ۸

راست آقا علیہ السلام کے قلبِ اَطہر پر وحی قرآن لے کر نازل ہوئے جس کے مخاطب اوّلین آقا علیہ الصلوۃ والسلام ہیں۔ اور جب بھی قرآن مجید میں لفظ "إِذْ" آتا ہے تو اس سے قبل اُذْكُرْ محذوف ہوتا ہے۔ اس لیے آپ قرآن مجید کا جو ترجمہ بھی اٹھا کے دیکھیں تو اُس میں لکھا جائے گا: اور یاد کرو جب آپ کے رب نے یہ کہا۔ اور یاد کیجئے جب ہم نے انبیاء سے یہ میثاق یا یہ عہد لیا۔ اور یاد کیجئے جب آپ کے رب نے فرشتوں سے یہ کہا۔ اور یاد کیجئے جب بنی اسرائیل سے ہم نے یہ کہا۔ تو جب لفظ "اِذْ" آتا ہے تو اس کے ساتھ "یاد کیجئے" کا امر ہوتا ہے۔ مگر وہ عبارتاً نہیں معناً ہوتا ہے۔ تو گویا جہاں جہاں قرآن مجید میں کلمہ "اِذْ" کے ساتھ کوئی آیت شروع ہوئی ہے، وہاں بیان کیا جانے والا واقعہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضور علیہ السلام سے یوں بیان کیا ہے: میرے حبیبِ مکرم! یاد کریں وہ وقت، وہ واقعہ جب یہ بات ہوئی۔ تو جب کسی کو یہ کہا جائے کہ یاد کریں وہ واقعہ۔ تو کیا جو شخص اُس واقعہ کے وقت موجود ہی نہ تھا! اُس کو کوئی کہہ سکتا ہے کہ یاد کریں وہ وقت؟ وہ کہے گا: میں کیا یاد کروں، میں تو موجود ہی نہیں تھا، مجھے تو علم ہی نہیں ہے۔ تو یاد وہ بات کرائی جاتی ہے جو پہلے سے اُس کے علم میں اور اُس کے سامنے رونما ہوچکی ہو، وہ شخص خواہ جسمانی طور پر موجود ہو یا روحانی اور علمی طور پر موجود ہو؛ یعنی باعتبارِ خبر یا باعتبارِ علم یا باعتبارِ آگاہی موجود ہو۔ قرآن مجید نے آدم علیہ السلام کی تخلیق پر بھی اِذْ کہا ہے:

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً.[۱]

"اور (وہ وقت یاد کریں) جب آپ کے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں۔"

اور جب انبیاء علیہم السلام کی روحوں سے میثاق لیا جا رہا تھا تو اس کا ذکر بھی اِذْ کے ساتھ کیا:

وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِیّٖنَ مِیْثَاقَهُمْ.[۲]

(۱) البقرة، ۲: ۳۰ (۲) الأحزاب، ۳۳: ۷

''اور (اے حبیب! یاد کیجئے) جب ہم نے انبیاء سے اُن (کی تبلیغِ رسالت) کا عہد لیا۔''

اِس کا مطلب یہ ہے کہ آقا علیہ الصلوۃ والسلام تخلیقِ آدم اور میثاقِ انبیاء سے بھی پہلے موجود تھے، خواہ آپ ﷺ کا وجود بشری شکل میں تھا یا روحانی شکل میں۔ اس لیے اللہ تبارک وتعالیٰ جس زمانے کی بھی بات کرتا ہے حضور ﷺ کو یاد دلا کر بات کرتا ہے۔

اِستفہامِ اِنکاری کا مرادی مفہوم

اِسی طرح قرآن حکیم میں کہیں صیغہ بدل جاتا ہے:

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ o(۱)

''(اے میرے حبیب!) کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آپ کے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا سلوک کیا؟o''

عربی لغت کی رُو سے جب لَمْ سے پہلے ہمزہ استفہامیہ آجائے تو وہ استفہامِ انکاری ہو جاتا ہے۔ اور لَمْ چونکہ انکار کے لیے ہوتا ہے، لہٰذا منفی اور منفی دونوں مل کے اِثبات ہو جاتا ہے، یعنی جب ہمزۂ استفہامیہ لَمْ پر یا لَا پر آئے گا تو وہ استفہامِ انکاری بنے گا اور اُس کا معنی و مفہوم اور مراد اِثبات ہوتا ہے۔

تو جب اَلَمْ تَرَ كَيْفَ (کیا آپ نے نہیں دیکھا؟) کہا تو اُردو، انگلش اور دنیا کی ہر زبان میں یہی طریقہ ہے کہ ''کیا آپ نے نہیں دیکھا؟'' کا مطلب ہوتا ہے: آپ نے دیکھا ہے یعنی آپ جانتے ہیں کہ ابرہہ کا لشکر حملہ آور ہوا۔ آقا علیہ السلام کی ولادت سے پہلے جب آپ ﷺ رحمِ مادر میں ہیں، ابرہہ کا لشکر حملہ آور ہوتا ہے۔ لیکن حضور علیہ السلام کو دورانِ وحی اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے: میرے محبوب! کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آپ کے رب نے ابرہہ کے ہاتھیوں کے ساتھ کیا حشر کیا تھا؟ اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو ولادت سے

(۱) الفیل، ۱۰۵: ۱

پہلے کے واقعات اللہ تعالیٰ یاد دلا رہا ہے جس کا مطلب ہے: ''ہاں آپ نے دیکھا ہے۔'' حضور ﷺ ولادت سے پہلے بھی دیکھتے تھے اور کائناتِ بشریت کے آغاز سے پہلے بھی اُن انبیاء علیہم السلام کے میثاق پر گواہ تھے۔ لہٰذا آقا علیہ الصلوۃ والسلام کی موجودگی اور آپ ﷺ کا علم اور آپ کی خبر سارے زمانوں کو محیط ہے۔ اِس لیے قرآن مجید نے یہ اُسلوبِ بے ساختہ متعدد مقامات پر اپنایا ہے۔

پانچ عظیم المرتبت انبیاء علیہم السلام

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ.(۱)

''اور (اے حبیب! یاد کیجئے) جب ہم نے انبیاء سے اُن (کی تبلیغِ رسالت) کا عہد لیا۔''

یہ تو اجمالی بات تھی۔ اب ایک لاکھ چوبیس ہزار یا کم و بیش جتنے انبیاء علیہم السلام تھے ان تمام انبیاء کرام سے ''میثاقِ نبوت'' لیا مگر کم وبیش سوا لاکھ میں سے سب سے اونچے درجے کے اُولوا العزم انبیاء کرام پانچ ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے پوری کائناتِ نبوت میں سے پانچ انبیاء کرام کو سب سے بلند رُتبہ نبی قرار دیا ہے۔ اب اجمالی طور پہ سب انبیاء کرام علیہم السلام سے جو میثاق لیا اس کا ذکر کرنے کے بعد بطور خاص اُن پانچ انبیاء کرام کا نام لیا۔ آقا علیہ الصلوۃ والسلام سب سے آخر میں مبعوث ہوئے ہیں لیکن قرآن مجید اُس دن کے میثاقِ نبوت کی بات کرتے ہوئے عمومی ذکر کر کے خصوصی ذکر کی طرف آتا ہے۔ یعنی general clause کے بعد specific clause بیان فرمائی ہے۔ فرمایا: سب انبیاء کرام سے عہد لیا، کون کون؟ اُن میں سے چند ایک کا نام بتاتے ہیں:

وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ص وَاَخَذْنَا

(۱) الأحزاب، ۳۳: ۷

مِنۡهُمۡ مِّيۡثَاقًا غَلِيۡظًا۝[۱]

”اور (خصوصاً) آپ سے اور نوح سے اور ابراہیم سے اور موسیٰ سے اور عیسٰی ابن مریم (علیہم السلام) سے اور ہم نے اُن سے نہایت پختہ عہد لیا۝“

اب یہاں کتنی لطیف بات ہے کہ آقا علیہ الصلوۃ والسلام کی بعثت سب سے آخر میں ہوئی ہے مگر یہاں ذکر سب سے پہلے ہوا۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ اگر ذکر کرنا ہی تھا تو اس ترتیب سے کیا جاتا جس ترتیب سے وہ دنیا میں مبعوث ہوئے۔ مگر نہیں! آئے تو اپنی ترتیب کے ساتھ ہیں مگر رب کائنات ترتیبِ بعثت کو بدل کے ترتیبِ مرتبت قائم کر دیتا ہے۔ جو رتبے میں سب سے اونچا ہے اُس کا نام پہلے لیتا ہے اور پھر اگلی بات یہ کہ بعد ازاں رتبہ کی ترتیب بھی سارے پانچوں پر قائم نہیں رکھتا کیوں کہ رتبے میں دیکھیں تو ابراہیم علیہ السلام سب سے اولوالعزم ہیں۔ چونکہ ملتِ ابراہیمی پر ہی آقا علیہ السلام آئے ہیں تو آقا علیہ السلام کا ذکر حسبِ مرتبہ سب سے پہلے کر دیا۔ اور اُس کے بعد پھر ترتیبِ مراتب نہیں رکھی، بلکہ بعد میں ترتیبِ بعثت لے آئے۔ صرف ایک single نام کی خاطر ترتیب بدل دی، جب حضور ﷺ کا نام لے لیا تو پھر ترتیب وہی برقرار رکھی۔ اللہ رب العزت کے انداز دیکھیے۔ فرمایا: محبوب! آپ سے عہد لیا اور نوح سے لیا، اور ابراہیم سے لیا اور موسیٰ سے لیا اور عیسیٰ سے لیا، اور ہم نے ان سب انبیاء کرام سے بڑا پختہ میثاقِ نبوت لیا۔ اب یہ عہد کس چیز کا تھا، اس کے بارے میں حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں:

أنهُ أَخَذَ عَلَيۡهِمُ الۡعَهۡدَ وَالۡمِيۡثَاقَ فِي إِقَامَةِ دِينِ اللهِ وَإِبۡلاَغِ رِسَالَتِهِ.[۲]

یہ اِس چیز کا عہد تھا کہ یہ تمام انبیاء کرام جب دنیا میں مبعوث ہوں گے تو اللہ

---

(۱) الأحزاب، ۳۳: ۷

(۲) ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۳: ۴۷۰

تعالیٰ کے دین کی اقامت کریں گے، اللہ تعالیٰ کے دین کو فروغ دیں گے، اور اللہ تعالیٰ کا پیغام نسل بنی آدم تک اور اپنی اپنی اقوام تک پہنچائیں گے۔

ایک اور مقام پر سورۂ شوریٰ میں بھی اس کا ذکر کیا:

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ.(۱)

’’اُس نے تمہارے لیے دین کا وہی راستہ مقرّر فرمایا جس کا حکم اُس نے نُوح (علیہ السلام) کو دیا تھا اور جس کی وحی ہم نے آپ کی طرف بھیجی اور جس کا حکم ہم نے ابراہیم اور موسیٰ و عیسیٰ (علیہم السلام) کو دیا تھا (وہ یہی ہے) کہ تم (اِسی) دین پر قائم رہو اور اس میں تفرقہ نہ ڈالو۔‘‘

حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر چلا آرہا تھا کہ ہم نے آپ کے لیے بھی اُسی دین کو منتخب کیا اور اُسی دین کو recommend کیا جو نوح علیہ السلام کو کیا تھا۔ اب ایک independent clause سے ایک نیا article شروع ہو رہا ہے۔ وہ کون سا دین ہے جو نوح علیہ السلام کو بھی دیا تھا؟ فرمایا: یہ وہی دین ہے جو محبوب! ہم نے آپ کی طرف بھی بھیجا ہے اور جو ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف بھی بھیجا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف بھی بھیجا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف بھی بھیجا؛ وہی پیغام ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دین کو قائم کیا جائے۔

آپ نے دیکھا کہ یہاں حضرت نوح علیہ السلام کے ذکر میں جب آقا علیہ السلام کا ذکر ہوا تو حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ (علیہم السلام) سب اُولو العزم پیغمبروں کا ذکر حضور ﷺ کے بعد کر دیا۔ یہی ترتیب یہاں بھی ہے۔ تو آقا علیہ الصلوۃ والسلام آخر

(۱) الشوریٰ، ۴۲: ۱۳

الانبیاء ہونے کے باوجود ذکر میں ان سب سے پہلے ہیں۔ ایسا کیوں ہے؟ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم ﷺ سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ﴿وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ﴾ کی تفسیر میں روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

كُنْتُ أَوَّلَ النَّبِيِّيْنَ فِي الْخَلْقِ وَآخِرَهُمْ فِي الْبَعْثِ فَبَدَأَ بِي قَبْلَهُمْ.[۱]

’’میں مخلوق میں پیدائش کے لحاظ سے سب سے پہلا اور بعثت کے لحاظ سے سب سے آخری نبی ہوں سو ان سب سے پہلے (نبوت) کی ابتدا مجھ سے ہی کی گئی۔‘‘

حدیث پاک میں یہ بھی آیا ہے کہ جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ؟ فرمایا تھا تو اس میں انبیاء و غیر انبیاء سب شریک تھے۔ حدیث پاک میں یہ بھی مذکور ہے کہ سب سے پہلے جس کی زباں سے بَلٰی کا کلمہ نکلا وہ تاجدار کائنات ﷺ تھے۔[۲] اور حدیث مبارکہ میں یہ بھی ہے کہ پھر جب آدم علیہ السلام کے سامنے ملائکہ نورِ محمدی کی تعظیم میں سجدہ ریز ہوئے تو سب سے پہلے سجدہ آدم کے لئے جس کی جبین زمین پر جھکی وہ جبرائیل امین تھے۔ پس جنہوں نے نورِ محمدی کی تعظیم میں سب سے پہلے اپنی جبین حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے سجدہ تعظیمی میں جھکا دی وہ حضرت جبرائیل علیہ السلام تھے اور اس امرِ الٰہی کی تعمیل میں تمام ملائکہ کے امام ہوگئے۔

---

(۱) ۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبری، ۱: ۱۴۹
۲۔ دیلمي، مسند الفردوس، ۳: ۲۸۲، الرقم: ۴۸۵۰
۳۔ دیلمي، مسند الفردوس، ۴: ۴۱۱، الرقم: ۷۱۹۵
۴۔ بغوی، معالم التنزیل، ۳: ۵۰۸
۵۔ قرطبي، الجامع لأحکام القرآن، ۷: ۱۵۵

(۲) آلوسی، روح المعاني، ۹: ۱۱۱

اُولو العزم انبیاء کرام علیھم السلام میں سب سے بلند مرتبہ

جس نے اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کے جواب میں سب سے پہلے بَلٰی کہہ کر اپنی زبان کھولی، وہ تاجدارِ کائنات اور خاتم الانبیاء ہوئے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

خِيَارُ وَلَدِ آدَم خَمْسَةٌ نُوْحٌ وَّاِبْرَاهِيْم وَعِيْسٰى ومُوْسٰى (عليهم السلام)، وَمُحَمَّد ﷺ. (۱)

’’کل نسل بنی آدم میں سب سے بلند مرتبہ پانچ نفوسِ قدسیہ ہیں، وہ (اولو العزم انبیاء) حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ (علیھم السلام) اور حضرت محمد ﷺ ہیں۔‘‘

پوری کائناتِ نبوت میں سب سے بلند رتبہ رسالتِ محمدی ﷺ کا ہے جس کے متعلق فرمایا:

وخيرهم محمد أجمعين. (۲)

’’اور محمد (ﷺ) ان سب سے اعلیٰ رتبے میں ہیں۔‘‘

فرمایا کہ یہ تمام انبیاء کرام بھی حضرت آدم علیہ السلام کی پشت (صلب) سے روحوں کی طرح نکالے گئے ہیں۔ تمام انبیاء علیھم السلام کی ارواح بھی اُسی طرح روحوں میں متمثل کرکے سامنے لائی گئیں تاکہ اللہ تبارک وتعالیٰ ان سے عہد لے۔ اور حضرت آدم علیہ السلام نے انبیاء علیھم السلام کی ارواح کو روشن چراغوں کی شکل میں منور دیکھا، وَعَلَيْهِمُ كَالنُّور (۳)

(۱) هيثمی، مجمع الزوائد، ۸: ۲۵۵
(۲) بزار، المسند، ۸: ۲۵۵، رقم: ۲۳۶۸
(۳) حاکم، المستدرك، ۲: ۳۵۳، رقم: ۳۲۵۵

اور ہر نبی کی روح نور کی طرح چمک رہی تھی اور ان سے اللہ تبارک و تعالیٰ نے نبوت و رسالت کا میثاق لیا،[(۱)] اور اس پر گواہ فرشتوں کو بنایا تھا یا زمین و آسماں کو بنایا تھا۔ جب تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے ان کی نبوت و رسالت کے فرائض کی ادائیگی کی گواہی لی جا رہی ہے۔ تو فرمایا: لِّيَسْئَلَ الصّٰدِقِيْنَ عَنْ صِدْقِهِمْ ۚ وَاَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا[(۲)] کہ قیامت کے دن وہ جو ان کی اُمت کے مبلغین اور علماء ہوں گے، جو ان انبیاء علیہم السلام اور رسولوں کا پہنچایا ہوا پیغام تصدیقاً اور تبلیغاً آگے امت کے افراد تک عمر بھر پہنچاتے رہے ہوں گے۔ قیامت کے دن جب ان انبیاء علیہم السلام سے سوال ہوگا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کا پیغام اپنی امتوں کو پہنچا دیا تھا یا نہیں اور کفار انکار کرنے لگیں گے تو ان انبیاء علیہم السلام کی اُمتوں کے علماء اور مبلغین کھڑے ہو کر اپنے نبیوں کے حق میں گواہی دیں گے۔[(۳)] لِّيَسْئَلَ الصّٰدِقِيْنَ۔ سچے لوگوں سے پوچھا جائے گا اور ان کے صدق اور ان کی سچائی پر گواہی لی جائے گی۔ تو امت کے سچے لوگ مبلغین وعلماءِ حق جو سچائی کے علم بردار ہیں وہ پیغمبروں کی نبوت و رسالت کے فریضے کی ادائیگی پر اپنی گواہی دیں گے۔[(۴)] تو گویا انبیاء علیہم السلام کے میثاقِ نبوت پر گواہ ان کی امت کے علماء کو بنایا اور پوری نسل بنی آدم کے میثاقِ توحید پر فرشتے گواہ ہوئے اور میثاق نبوت پر آقا علیہ السلام کی امت کے صادقین، اہلِ صدق یعنی سچائی کے علم بردار، اولیاء، علماء، صلحاء اور متقین ہوئے۔ دیگر امتوں کے صدق کے علمبردار اپنے اپنے انبیاء علیہم السلام کے اوپر گواہ ہوں گے۔ اور پھر جو کفار انکار کر رہے ہوں گے ان کے انکار کو اس گواہی کے ذریعے رد کر دیا جائے گا۔

(۱) احمد بن حنبل، المسند، ۵: ۱۳۵
(۲) الأحزاب، ۳۳: ۸
(۳) ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۳: ۴۶۹
(۴) تفسیر بغوی، ۳: ۵۰۸، ۵۰۹

تیسرا میثاق: نبوتِ محمدی ﷺ پر اَنبیاء کرامؑ سے میثاق

اب تیسرا میثاق جو آج کا موضوع ہے۔ میں نے دو میثاق کا ذکر پہلے کیا، اس لئے کہ آپ اس تیسرے کو evaluate کریں۔ میثاق توحید اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان تمام انسانوں سے لیا اور اس پر گواہ ملائکہ بنے۔ اور میثاق نبوت سب انبیاء علیھم السلام سے لیا اور اس پر گواہ اُمت کے اہلِ صدق، اولیاء و صادقین بنے۔

تیسرا میثاق جس کا ذکر قرآن میں عالم اَرواح کے باب میں سورۃ آل عمران میں ہوا ہے۔ قرآن مجید کی ترتیب میں سب سے پہلے اس میثاق کا ذکر آیا ہے۔ اس کے بعد میثاقِ توحید کا ذکر سورۃ الاعراف میں اور اس کے بعد آخر میں میثاقِ نبوت کا ذکر سورۃ الاحزاب میں ہے۔ آلِ عمران میں جس میثاقِ نبوتِ محمدی ﷺ کا ذکر ہے۔ یہ وہ میثاق ہے جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے سب انبیاء کرام علیھم السلام سے اور سب رسولوں سے لیا۔ ان کی اپنی نبوتوں کا میثاق تو ہوگیا تھا۔ اب ان سے یہ عہد لیا گیا کہ تم نبوت و رسالتِ محمدی کی اتباع میں اپنے سر نبوت و رسالتِ محمدی ﷺ کے آگے جھکا دو۔ یہ عہد تعظیم رسالتِ محمدی ﷺ، اتباعِ رسالت محمدی ﷺ، آقا علیہ السلام پر ایمان لانے اور حضور علیہ السلام کے مشن کی نصرت کرنے کا لیا جا رہا ہے۔ اور نہ صرف اپنی ذات کی حد تک بلکہ ان سے یہ بھی عہد لیا جا رہا ہے کہ میرے محبوبِ آخر الزماں علیہ السلام کی بعثت کا ڈنکا بھی تم اپنے اپنے زمانے میں اپنی اپنی اُمت کے سامنے بجاتے جاؤ گے۔ ہر نبی کی ذمہ داری ہوگی کہ اپنی امت کو اپنی نبوت رسالت کے ذریعے میری توحید کا پیغام پہنچائے اور اپنی تعلیمات پہنچائے جو میں نے دی ہیں، مگر اصل آنے والا جس کی خاطر پوری بزمِ کائنات سجائی گئی ہے، اور تمہارے سروں پر نبوت و رسالت کا تاج رکھا گیا ہے، نعمت نبوت سے سرفراز کیا گیا اور تمہارے اعزازِ رسالت سے بہرہ یاب کیا گیا ہے، آنے والا محمد ﷺ بعد میں آرہا ہے۔ اگر کسی کو وہ زمانہ مل جائے تو ہر ایک کا فرض ہے کہ اس پر ایمان لائیں۔ ارشاد فرمایا:

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ط قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ ط قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ط قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ○ (۱)

’’اور (اے محبوب! وہ وقت یاد کریں) جب اللہ نے انبیاء سے پختہ عہد لیا کہ جب میں تمہیں کتاب اور حکمت عطا کر دوں، پھر تمہارے پاس وہ (سب پر عظمت والا) رسول (ﷺ) تشریف لائے جو ان کتابوں کی تصدیق فرمانے والا ہو جو تمہارے ساتھ ہوں گی تو ضرور بالضرور ان پر ایمان لاؤ گے اور ضرور بالضرور ان کی مدد کرو گے، فرمایا: کیا تم نے اِقرار کیا اور اس (شرط) پر میرا بھاری عہد مضبوطی سے تھام لیا؟ سب نے عرض کیا: ہم نے اِقرار کر لیا، فرمایا کہ تم گواہ ہو جاؤ اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں○

آیت مبارکہ کے الفاظ - لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ - کے ذریعے اللہ تبارک و تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کی نبوتوں کو حضور ﷺ کی نبوت پر ایمان کے ساتھ مشروط کر دیا اور ان کی رسالتوں کو حضور نبی اکرم ﷺ کی رسالت پر ایمان اور حضور ﷺ کی رسالت کی خدمت کے ساتھ مشروط کر دیا کہ تم سب اس نبی پر ایمان لاؤ گے اور ان کی نصرت و مدد کرو گے۔ یہاں تک مضمونِ میثاق کا بیان تھا۔ اب وہ بحث آگے آ رہی ہے جس کی خاطر تقابل مقصود ہے۔ یعنی ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ (پھر تمہارے پاس وہ (سب پر عظمت والا) رسول (ﷺ) تشریف لائے جو ان کتابوں کی تصدیق فرمانے والا ہو جو تمہارے ساتھ ہوں گی)۔ اس سے ایک ختم نبوت کی بات بھی صراحتًا ثابت ہوگئی اور یہ بھی کہ نبی وہی حق تھے جو آقا علیہ السلام سے پہلے آ چکے۔ چونکہ آقا علیہ السلام کے لئے اللہ تعالیٰ نے ثُمَّ جَآءَكُمْ فرمایا۔ جب آقا علیہ السلام کی بعثت ہوگئی اور آپ ﷺ نے تمام انبیاء و رسل

(۱) آل عمران، ۳: ۸۱

علیھم السلام جو پہلے آ چکے تھے سب کی تصدیق فرما دی تو اس کے بعد کوئی گنجائش کسی کے لئے نہیں ہے۔ پھر جو بھی آئے گا وہ جھوٹا مدعی ہوگا۔ تمہارے بعد وہ آئے گا اور تمہاری نبوتوں اور رسالتوں کی تصدیق فرما دے گا۔ اب تم اس بات کا عہد اور وعدہ کرو کہ اس پر ایمان بھی لاؤ گے اور اس کی مدد بھی کرو گے۔

میثاقِ نبوتِ محمدی ﷺ میں اِقرار کا تقابلی فرق

اب سورۃ آل عمران کی اِسی آیت نمبر ۸۱ کے اگلے الفاظ - قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ - سے اقرار کا فرق بتایا جا رہا ہے۔ اب غور کریں کہ اُسلوب کتنا بدل گیا ہے۔ پہلے اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى کے ذریعے اپنی توحید اور قطع شرک کا اقرار کروایا ہے۔ وہاں ایک جملے کا مضمون تھا۔ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ سب نے کہا: ہاں! ہمارا رب ہے؛ اور اس پر فرشتوں کو کہا کہ تم گواہی دو، خود نہیں گواہ بنا۔ یہ بات قابل توجہ ہے کہ خود گواہ نہیں بنا۔ فرشتے گواہ ہوگئے، انبیاء علیھم السلام کی باری آئی تو فقط ان سے نبوت کا میثاق لیا اور فقط اتنا کہا کہ ان کی اُمت کے اولیاء و صادقین قیامت کے دن اُن کے گواہ ہوں گے۔ بس اتنا مختصر مضمون تھا میثاقِ توحید اور میثاقِ نبوت کا۔

اب انبیاء اور رسل عظام علیھم السلام سے میثاقِ رسالتِ محمدی ﷺ کا جب وقت آیا تو ان سے جو اقرار کروانا تھا کروایا۔ فرمایا: ءَاَقْرَرْتُمْ (کیا تم نے اِقرار کیا)؟ کیا یہ بات اپنی توحید کے میثاق کے وقت پوچھی تھی؟ نہیں، انہوں نے کہا تھا: بَلٰى (جی ہاں)۔ اس پر فرشتے گواہ ہوگئے۔ لیکن کیا ان سے تکرار کے ساتھ پوچھا تھا کہ کیا تم اقرار کرتے ہو؟ اِسی بَلٰى کو اقرار سمجھ لیا گیا۔ انبیاء علیھم السلام سے جب میثاقِ نبوت لیا گیا تو کیا ان سے دوبارہ کوئی بات پوچھی تھی؟ نہیں! ان کے میثاق پر کہا: ان کی امت کے اہل صدق قیامت کے دن گواہ ہوں گے۔ لیکن جب میثاقِ رسالتِ محمدی ﷺ کی بات آئی تو چونکہ اس میں آقا علیہ السلام کی آمد، بعثت، میلاد اور دنیا میں تشریف آوری کی بات ہو رہی تھی تو فرمایا: ''ءَ اَقْرَرْتُمْ: کیا تم اس بات کا اقرار کرتے ہو کہ میرے محبوب محمد مصطفیٰ ﷺ کی نبوت پر

ایمان بھی لاؤ گے اور ان کی رسالت کے مشن کی مدد بھی کرو گے؟'' مزید پوچھا: وَاَخَذْتُمْ عَلٰی ذٰلِکُمْ اِصْرِی (اور اس (شرط) پر میرا بھاری عہد مضبوطی سے تھام لیا) کہ اس پر قائم رہو گے؟) اب بتایئے کیا کسی کے پھر جانے کا ڈر تھا؟ یہ عہد تو انبیاء علیھم السلام سے لیا جا رہا ہے کوئی عام نسل بنی آدم سے نہیں۔ پھر اس نے اپنی توحید کا اقرار لے کر اور انبیاء سے ان کی نبوتوں کا میثاق لے کر تکرار کے طور پر ان سے کوئی ایسی بات نہیں کہی۔ مگر جب میثاق رسالت محمدی ﷺ کی باری آئی ہے تو پوچھا: کیا، اقرار کرتے ہو؟ پہلا اقرار تو اس میثاق کے اندر آ ہی گیا تھا۔ دوسری بار پوچھا۔ کیا اس بات کا اعلان اور اقرار کرتے ہو؟ جواب دیا: جی ہاں! اقرار کرتے ہیں۔ پھر تیسری بار یہی پوچھا: کیا اس بات کا کہ میرے محبوب پر ایمان لاؤ گے اور ان کے پیغمبرانہ مشن کی مدد کرو گے اور ان کی نبوت و رسالت کی اتباع کرو گے اور اپنی امتوں میں ان کی آمد کے ڈنکے بجاؤ گے، کیا اس کا میرے ساتھ پختہ وعدہ کرتے ہو؟ انہوں نے کہا: باری تعالٰی ہم اس بات کا اقرار کرتے ہیں، اعلان کرتے ہیں، تیری ذات کے ساتھ پختہ وعدہ کرتے ہیں۔ پھر فرمایا: تم خود گواہ ہو جاؤ۔ آپ غور فرمائیں کتنے غیر معمولی اقدام کیے جا رہے ہیں۔ کتنی شرائط عائد کی جا رہی ہیں اور اس کو کتنا پختہ بنایا جا رہا ہے۔

پھر فرمایا: فَاشْهَدُوْا اگر میرے ساتھ اقرار کرتے ہو اور اس بات کا اعلان کر کے پختہ وعدہ کرتے ہو تو پھر گواہ ہو جاؤ۔ سب نے کہا: باری تعالٰی! ہم تیرے حضور اپنے قول اور اپنے اقرار پر خود گواہ ہو گئے۔ اور پھر اس نے کہا: وَاَنَا مَعَکُمْ مِّنَ الشّٰهِدِیْنَ، اب تمہاری گواہی پر میں خود گواہ بنتا ہوں۔ جب میثاق توحید اور انبیاء علیھم السلام سے میثاق نبوت کا وقت تھا تو رب ذوالجلال خود گواہ نہیں بنے مگر جب رسالتِ محمدی ﷺ کے عہد و میثاق کا وقت آیا تو ربِ کائنات نے سب نبیوں کو بھی گواہ بنایا اور پھر ان پر خود اپنی ذات کو اس میثاقِ نبوتِ مصطفٰی ﷺ پر گواہ بنایا۔ اور پھر اگلی آیت میں پوری نسلِ آدم کے لیے تنبیہاً فرمایا:

فَمَنْ تَوَلّٰی بَعْدَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَo(۱)

’’پھر جس نے اِس (اقرار) کے بعد روگردانی کی پس وہی لوگ نافرمان ہوں گےo‘‘

نبوتِ محمدی ﷺ اور دیگر انبیاء علیھم السلام کی نبوت کا واسطہ

اب اس سے جو چیز میری سمجھ میں آئی ہے اور جو معنی و مفہوم اور مراد میں نے اخذ کیا ہے اور وہ بغیر کسی شک و شبہ کے عین سیاق و سباقِ قرآنی کے عین مطابق ہے۔ وہ یہ کہ اس آخری حصے کا اشارہ اِس اَمر کی طرف تھا کہ سن لو! تم نے جو مجھ سے رسالتِ محمدی ﷺ پر ایمان لانے اور رسالتِ محمدی ﷺ کی متابعت کا وعدہ کیا ہے، یہ بتانا چاہتا ہوں کہ رسالتِ محمدی ﷺ کے ایمان کے تصدق سے میں تمہیں نبی بنا رہا ہوں۔ رسالتِ محمدی ﷺ پر ایمان کے وسیلے سے تمہیں رسول بنا رہا ہوں۔ اگر تم میرے محبوب کی نبوت و رسالت پر ایمان لانے کا وعدہ نہ کرو تو تم میں سے جو جو وعدہ نہیں کرے گا میں اُس کے سر پر نبوت کا تاج نہیں رکھوں گا۔ گویا سب انبیاء علیھم السلام کی نبوتیں نبوتِ مصطفیٰ ﷺ کی وساطت سے ہیں۔ سب رسولوں کی رسالتیں رسالتِ محمدی ﷺ کے واسطے اور وسیلے سے ہیں۔ جو نظام رسالت بپا ہوا کائنات میں وہ بھی نبوت و رسالتِ محمدی ﷺ کا واسطہ ہے۔ تو اگر واسطہ اور وسیلۂ نبوتِ محمدی ﷺ کا نہ ہوتا تو نظامِ نبوت ہی بپا نہ ہوتا۔ نظامِ رسالت ہی بپا نہ ہوتا۔ تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے اِس بات پر تاکید کے طور پر یہ کلمات ارشاد فرمائے۔ سیدنا مولیٰ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ دونوں سے یہ روایت مذکور ہے۔ فرمایا:

مَا بَعَثَ اللهُ نبيًّا مِنَ الأنبياءِ اِلَّا أخَذَ عَلَيۡهِ الۡمِيۡثَاق، لئن بعث الله محمدا وهو حي ليؤمنن به ولينصرنه، وأمره أن يأخذ الميثاق

(۱) آل عمران، ۳: ۸۲

علی أمته، لئن بعث محمد وهم أحياء ليؤمنن به ولينصرنه.[1]

''اللہ تبارک و تعالیٰ نے انبیاء کرام علیھم السلام میں سے جس بھی نبی کو دنیا میں مبعوث کیا، تو اُس کی بعثت سے پہلے اُس سے یہ عہد لیا کہ اگر تیری زندگی میں میرے محبوب محمد ﷺ آ گئے تو تم ان پر ایمان لاؤ گے اور ان کے دین کی اتباع کرو گے۔ نیز ہر نبی کو یہ حکم دیا گیا کہ جب دنیا میں جائیں تو اپنی امت سے بھی یہ عہد لیں کہ اگر اُن کی زندگی میں نبی آخر الزماں محمد مصطفیٰ ﷺ کی بعثت ہوجائے تو اُن پر ایمان لے آئیں اور ان کے دین کی پیروی کریں۔''

علامہ ابن تیمیہ بھی ''دقائق التفسیر (۱:۳۳۴)'' میں روایت کرتے ہیں کہ ہر نبی اپنے اپنے زمانے میں اپنی امت سے یہ عہد لیتا رہا کہ اگر تم لوگ زندہ ہوئے اور تمہارے زمانے میں نبی آخر الزماں محمد مصطفیٰ ﷺ آ گئے تو پھر میرے کلمے کے پیچھے نہ پڑے رہنا، پھر مصطفیٰ (ﷺ) کا امتی ہو جانا۔ اُن پر ایمان لے آنا کہ اُس میں ہماری نبوتوں کے سارے دھارے نبوت و رسالتِ محمدی کے سمندر میں ضم ہو جائیں گے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ اس حدیث کے راوی ہیں، اور امام ابو یعلی نے اپنی مسند میں اِس حدیث کو روایت کیا ہے اور امام احمد بن حنبلؒ نے مسند میں روایت کیا اور امام دارمیؒ نے بھی سنن میں روایت کیا۔ آقا علیہ السلام نے فرمایا:

لَا تَسْئَلُوْا اَهْلَ الْكِتَابِ عَنْ شَيْءٍ فَإِنَّهُمْ لَنْ يَهْدُوْكُمْ وَقَدْ ضَلُّوْا وَإِنَّكُمْ إِمَّا أَنْ تَصَدَّقُوْا بِبَاطِلٍ وَإِمَّا أَنْ تُكَذِّبُوْا بِحَقٍّ.[2]

''اہل کتاب سے کسی چیز سے متعلق استفسار نہ کرو کیونکہ وہ تمھیں ہرگز صحیح

(۱) ۱۔ ابن جوزی، زاد المسیر، ۱:۴۱۶
۲۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۱:۳۷۸
(۲) احمد بن حنبل، المسند، ۳: ۳۳۸

رہنمائی نہیں کریں گے، وہ تو گمراہ ہو چکے ہیں، اور اب تم پر ہے کہ چاہے باطل کی تصدیق کرو، چاہے حق کی تکذیب کر دو۔‘‘

آپ ﷺ نے فرمایا:

فإنه واﷲ! لو کان موسی حیًّا بین أظهُرِکم ما حل له إلا أن یتبعني.(۱)

’’خدا کی عزت کی قسم! اگر آج (جب میں مبعوث ہوا ہوں) تمہارے معاشرے میں موسیٰ علیہ السلام بھی زندہ ہوتے تو اُن کے پاس کوئی اور راستہ نہ ہوتا سوائے میری اتباع کرنے کے۔‘‘

یہ حدیث صحیح ہے جس کو امام ابو یعلی، امام احمد بن حنبل، امام دارمی اور دیگر سب ائمہ نے، سندِ صحیح اور حسن کے ساتھ روایت کیا۔ امام بزار نے بھی اِس کو روایت کیا۔ پھر بعض احادیث میں یہ بھی ہے کہ آقا علیہ السلام نے فرمایا:

لَوْ کَانَ مُوْسَی وَ عِیْسَی حَیَّیْنِ لَمَا وَسِعَهُمَا إِلَّا اتِّبَاعِي.(۲)

’’اگر حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام حیات ہوتے تو ان کے لئے میری اتباع کے سوا کوئی راستہ نہ ہوتا۔‘‘

اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ عالمِ ارواح میں انبیاء علیہم السلام کے مبعوث ہونے سے پہلے انہوں نے اِس اقرار اور میثاق کے ذریعے آقا علیہ السلام کی نبوت و رسالت پر ایمان کا اقرار کر لیا تھا اور اس کا گواہ خود رب کائنات ہو گیا تھا۔ لہٰذا تاجدارِ کائنات ﷺ، امام الانبیاء ہوئے۔ آپ ﷺ اپنی امت کے بھی نبی ہیں اور کائناتِ انسانی کی سب امتوں

(۱) ۱۔ ابو یعلی، المسند، ۴: ۱۰۲، رقم: ۲۱۳۵
۲۔ ابن الجوزی، الوفا بأحوال المصطفی ﷺ: ۳۶۱
(۲) ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۱: ۳۷۸

کے بھی نبی ہیں اور سب انبیاء اور رسولوں کے بھی نبی ہیں۔ آقا علیہ السلام کی رسالت کا سائبان کل کائناتِ رسالت کے اوپر سایہ فگن ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قیامت کے دن کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا:

فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍم بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا ○ (۱)

''پھر اس دن کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے اور (اے حبیب!) ہم آپ کو ان سب پر گواہ لائیں گے ○''

آقا علیہ الصلوۃ والسلام چونکہ سب انبیاء علیہم السلام کے گواہ و امام اور سب انبیاء علیہم السلام کے نبی ہیں، سب امتوں کے نبی ہیں، اس لیے اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس منظر کو عملاً بھی دو مرتبہ بپا کر دیا تاکہ وہ جو حقیقت ہے اُس کا ظہور دنیا میں بھی ہو جائے اور آخرت میں بھی ہوجائے۔ کُل انبیاء کی کثرت مبعوث ہوئی تھی بیت المقدس اور بلادِ شام، اُردن، فلسطین اور ملحقہ علاقوں میں۔ اکثریت انبیاء کی وہاں مبعوث ہوئی تھی اور انبیاء علیہم السلام کے دو گروہ ہوگئے تھے۔ وہ دو گروہ کس طرح؟ ان کے سفر کے اعتبار سے، ہجرتوں کے اعتبار سے، ابراہیم علیہ السلام نے جب سر زمین مکہ میں کعبہ تعمیر کر لیا تو چونکہ ہر نبی کو یہ بات معلوم تھی کہ نبی آخر الزماں ﷺ تشریف لا رہے ہیں۔ اور ہر نبی اس بات کا عہد و پیماں کر چکا تھا۔ ہر نبی ان پر ایمان لانے کا اقرار کر چکا تھا۔ ہر نبی کے سامنے عظمتِ رسالتِ محمدی ﷺ اُجاگر تھی اور بہت سے انبیاء علیہم السلام ایسے گزرے جو آقا علیہ السلام کی اُمت میں ہونے اور آپ ﷺ کے دیدار کی آرزو کرتے رہے۔ جیسا کہ قرآن مجید نے کہا:

اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِىْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِى التَّوْرٰةِ وَ الْاِنْجِيْلِ. (۲)

---

(۱) النساء، ۴: ۴۱

(۲) الأعراف، ۷:۱۵۷

’’(یہ وہ لوگ ہیں) جو اس رسول (ﷺ) کی پیروی کرتے ہیں جو امی (لقب) نبی ہیں (یعنی دنیا میں کسی شخص سے پڑھے بغیر منجانب اللہ لوگوں کو اخبارِ غیب اور معاش و معاد کے علوم و معارف بتاتے ہیں) جن (کے اوصاف و کمالات) کو وہ لوگ اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔‘‘

یعنی آقا علیہ السلام کے تذکرے۔ آپ ﷺ کی ولادت کا تذکرہ، ولادت کے شہر مکہ کا تذکرہ، آپ ﷺ کی ہجرت کا تذکرہ، ہجرت کے شہر مدینہ کا تذکرہ، مدینہ میں آپ ﷺ کی قبرِ انور کے ہونے کا تذکرہ، اور مکہ میں آپ ﷺ کے جوان ہونے کا تذکرہ، پھر آپ ﷺ کے اوصاف، آپ ﷺ کے کمالات، آپ ﷺ کے معجزات، آپ ﷺ کی سُنتیں، آپ ﷺ کی سیرت، آپ ﷺ کے خصائل حمیدہ، آپ ﷺ کے اوصاف، آپ ﷺ کے اخلاق، آپ ﷺ کے طور طریقے ساری نعتیں، ساری صفتیں، سارے وصف، سارے تذکرے، تورات، انجیل سمیت ہر نبی کی کتاب میں موجود تھے۔ اور تمام انبیاء آقا علیہ السلام کے تذکرے پڑھ پڑھ کے اپنی اُمتوں کو بتاتے تھے۔ یہودیوں تک کو یاد تھے، وہ اپنے بچوں کو آقا علیہ السلام کی شان کے تذکرے یاد کراتے تھے۔ اور ان کا یہ خیال تھا کہ شاید حضور علیہ السلام بھی بنی اسرائیل سے آئیں گے چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک سب انبیاء بنی اسرائیل سے آرہے تھے۔

مکہ مکرمہ میں انبیاء علیہم السلام کا قیام

انبیاء علیہم السلام کا ایک گروہ تو ایسا تھا جو یہ جان کر کہ تاجدارِ کائنات نبی آخر الزمان مکہ میں مبعوث ہوں گے سیکڑوں ہزاروں میل کا سفر کرتے کرتے دیدارِ مصطفیٰ ﷺ کے شوق میں مکہ مکرمہ آ گیا تھا۔ اُنہوں نے عمریں مکہ میں گزار دی تھیں کہ کبھی رب کے محبوب اور اس کے حسن کے طلوع کا وقت آئے گا ہمیں دیدار کا موقع نصیب ہوگا اور ہم ان کا زمانہ پائیں گے۔[1] بایں ہمہ تاجدار کائنات کے انتظار میں سینکڑوں انبیاء نے وادی

(۱) أزرقی، اخبار مکة، ۱: ٦٧، ٦٨

مکہ میں عمریں گزار دیں۔ اور ان کے مزارات صحن کعبہ میں اور بعضوں کے حطیم کعبہ میں ہیں۔ تین سو یا سات سو انبیاء علیہم السلام ایسے ہیں کہ ان کی تو وفات بھی مکہ میں ہوئی اور ان کے مزارات کعبہ شریف کے مطاف میں صحن کعبہ کے اندر ہیں۔[1] اور کل مخلوق اور اُمت جب کعبے کا حج کرنے جاتی ہے۔ اُنہیں ان انبیاء کے مزارات کی زیارت ہوتی ہے۔ وہ اس خیال سے یہاں قیام پذیر ہوگئے تھے کہ ہماری عمر میں ہماری زندگیوں میں اگر تاجدار کائنات ﷺ آ گئے تو حضور کی غلامی کا شرف ہوجائے گا۔ اور اگر ہماری زندگی میں مبعوث نہ ہوئے تو دفن ہونے کا اعزاز تو نصیب ہو جائے گا۔ جب زائرین اس کعبے کا طواف کریں گے تو ہم ان کے قدموں کے نیچے ہوں گے۔ یوں ان کے تلوں کے بوسے ہوتے رہیں گے۔ ستر کے قریب یا اُس سے زائد انبیاء تو منٰی میں مدفون ہیں۔[2] ''مسجد الخیف'' میں سات سو انبیاء ہیں جہاں تین دن حاجی قیام کرتے ہیں ان کو خبر تھی کہ یہ حج کے راستے اور اس محبوبِ مکرم کے ٹھکانے ہونگے۔ عرفات، مزدلفہ، منٰی وغیرہ جو آقا کے راستے تھے ان پر یہ ٹھکانے کرتے گئے۔ انبیاء علیہم السلام کا ایک گروہ تو ادھر ہی آ کے آباد ہوگیا۔ اور کثیر تعداد میں انبیاء علیہم السلام ادھر ہی مبعوث ہوئے اور وہیں ان کے مزارات بنے۔ تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے چاہا کہ محبوبِ مکرم کو چونکہ تمام انبیاء کا امام بنایا ہے لہٰذا اس کا ظہور بھی عملاً دنیا میں ہونا چاہیے اور آخرت میں بھی ہونا چاہیے، اس لیے آقا علیہ السلام کو مسجد حرام سے معراج کی رات مسجد اقصیٰ لے جایا گیا جہاں تمام انبیاء علیہم السلام کو صف در صف حضور نبی اکرم ﷺ کی اقتدا میں کھڑا کیا گیا اور آقا علیہ السلام نے جمیع انبیاء و رُسل علیہم السلام کی امامت کرائی تو شبِ معراج جب سب انبیاء علیہم السلام حاضر ہوگئے تو ان کی خواہشِ دیدار، اللہ تعالیٰ نے پوری کر دی۔ ہر نبی جو حضور ﷺ کے ڈنکے بجاتا، حضور ﷺ کی

(۱) فاکہی، اخبار مکۃ، ۴: ۱۹۱

(۲) ۱۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۲: ۴۱۳، رقم: ۱۳۵۲۵

۲۔ دیلمی، الفردوس بماثور الخطاب، ۲: ۲۸، رقم: ۲۱۷۷

۳۔ فاکہی، أخبار مکۃ، ۷: ۱۰۲، رقم: ۲۵۲۵

آمد کے تذکرے کرتا، حضور ﷺ کے اوصاف کے گُن گاتا تھا اور اپنی اُمت کو حضور تاجدارِ کائنات کی غلامی کی دعوتیں دیتا تھا، وہ منتظر تھا کہ جس کے تذکرے کرتے کرتے عمر بیت گئی کبھی ان کا دیدار بھی ہوگا۔

مراحلِ معراج میں عظمتِ مصطفیٰ ﷺ کا پُرشکوہ منظر

اللہ رب العزت نے فرمایا: اے ارواحِ انبیاء! تم نے عمر بھر میرے مصطفیٰ ﷺ سے وفاداری کی ہے۔ آج میں تمہاری دیرینہ خواہش کو پوری کرنے کے لیے محبوب کو ادھر لا رہا ہوں۔ مسجد اقصیٰ میں صف در صف کل انبیاء علیھم السلام جمع ہوگئے۔ جبریل امین علیہ السلام نے عرض کیا: آقا! یہ کُل انبیاء ہیں جو کائناتِ انسانی میں آپ کی آمد کا ڈنکا بجاتے رہے ہیں، آج ان کو امامت کرا کے اپنا مقتدیٰ بنالیں۔ اِن کی آرزو تھی کہ حضور کے امتی ہوجائیں۔ تو آقا علیہ السلام نے انہیں اپنی اقتداء میں لے لیا۔ جب شبِ معراج سب انبیاء علیھم السلام کو حضور ﷺ کی اقتدا میں دے دیا گیا تو ملائکہ بولے: باری تعالیٰ تمام انبیاء علیھم السلام کو تو نے محبوب کی اقتداء اور دیدار عطا کردیا۔ ہمارا کیا بنے گا؟ کبھی ہمیں بھی دیدار نصیب ہوجائے۔ تو فرمایا: اب معراج کا دوسرا سفر آسمانی کائنات میں اور عرش معلٰی پر جا کے سدرۃ المنتہیٰ تک ہوگا۔ اے کل آسمانی کائنات کے فرشتو! سدرۃ المنتہیٰ پر جمع ہوجاؤ[۱] کل انبیاء علیھم السلام مسجد اقصیٰ میں جمع ہو کر میرے محبوب کے دیدار سے بہرہ یاب ہوگئے تھے۔ میرے محبوب نے یہاں سے گزرنا ہے۔ میں تھوڑی دیر روک کر ان کو براق سے اُتاروں گا کہ آگے براق نہیں جاسکتا۔ تو یہاں سواری کی بدلی ہونی ہے، جس میں وقت لگے گا، تم سدرۃ المنتہیٰ پر بیٹھ جاؤ جتنی دیر میرے مصطفیٰ ﷺ یہاں قیام کریں تم جی بھر کے دیدار کرلینا۔ سورۃ النجم میں ارشاد ہوا:

اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى ○[۲]

(۱) سیوطی، الدر المنثور، ۷: ۶۵۱

(۲) النجم، ۵۳: ۱۶

’’اور جب سدرۃ المنتہیٰ کے درخت کو ڈھانپ لیا جس نے ڈھانپ لیاo‘‘

کُل کائنات کے ملائکہ اُس رات سدرۃ المنتہیٰ پہ جمع ہوگئے تھےتو ملائکہ کو سدرۃ المنتہیٰ پر دیدار کرا دیا۔ پھر ان کی ایک اور آرزو بھی تھی کہ حضور ﷺ عمر بھر تو زمیں پہ رہیں گے، ہمارا کیا قصور ہے ہم آسمان پر ہیں۔تو عمر بھر حضور ﷺ کی اُمت دیدار بھی کرتی رہے گی اور مدینہ پاک بھی جاتی رہے گی، اور صلوٰۃ و سلام بھی بھیجتی رہے گی۔ ہم کیوں محروم رہیں؟ کعبہ تو تو نے ہمیں بھی دیا؛ ایک کعبہ زمین پر ہے۔ کعبۃ اللہ، اورعین اس کے اوپر آسمان پر بیت المعمور ہے جہاں ملائکہ طواف کرتے ہیں۔ بیت المعمور اسے کہتے ہی اس لیے ہیں کہ ملائکہ سے معمور سے رہتا ہے ۔ جیسے کعبۃ اللہ انسانوں سے بھرا رہتا ہے، بیت المعمور ملائکہ سے بھرا رہتا ہے۔ وہاں تو نے کعبہ تو دے دیا مگر آقا علیہ السلام کا دراقدس کعبے کا کعبہ تو زمین پہ رکھا ہے۔تو اُن کے لیے بھی اللہ پاک نے حاضری کی سبیل پیدا کردی کہ ستر ہزار فرشتے اب ہر روز صبح اور ستر ہزار فرشتے شام کو آقا علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضری دیتے ہیں اور آپ ﷺ کی قبر انور کو اپنے پر لگاتے ہیں، مس کرتے ہیں،[۱] جیسے انسان جالی کو ہاتھ لگاتا ہے[۲] ہم تو ادب سے ہاتھ نہیں لگاتے مگر ملائکہ تو نور ہیں وہ اپنے پر مس کرتے ہیں۔ حضور ﷺ کی قبر انور پر درود و سلام پیش کرتے ہیں۔ ستر ہزار ملائکہ دیدار مصطفیٰ ﷺ کے لیے صبح آتے ہیں اور ستر ہزار ملائکہ شام کو آتے ہیں۔[۳] ہر روز دستہ تبدیل ہوتا ہے۔ ایک لاکھ چالیس ہزار ملائکہ کا۔ اور ستر ہزار کا ایک گروہ جو ایک بار آتا ہے قیامت تک اسے دوبارہ باری نہیں ملتی۔ اور حدیث پاک میں آتا ہے کہ جس دن قیامت بپا ہوگی تو یومِ قیامت آقا علیہ السلام جب قبر انور سے باہر تشریف لائیں گے تو اس دن بھی ستر ہزار ملائکہ کے جھرمٹ میں حضور باہر نکلیں گے۔[۴] حضرت

(۱) دارمی، السنن، ۱: ۵۷، رقم: ۹۴

(۲) بیہقی، شعب الایمان، ۳: ۴۹۲، رقم: ۴۱۷۰

(۳) عبد اللہ بن مبارک، الزھد: ۵۵۸، رقم: ۱۶۰۰

(۴) بیہقی، شعب الایمان، ۳: ۴۹۲، رقم: ۴۱۷۰

کعب رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں:

إِذَا انْشَقَّتْ عَنْهُ الْأَرْضُ خَرَجَ فِي سَبْعِينَ أَلْفًا مِنَ الْمَلَائِكَةِ، يَزِفُّونَهُ. (۱)

’’(روزِ محشر) جب حضور نبی اکرم ﷺ کے لئے زمین (قبر انور) شق ہوگی تو آپ ﷺ ستر ہزار فرشتوں کے جھرمٹ میں باہر تشریف لائیں گے۔‘‘

70 ہزار ملائکہ جن کے جھرمٹ میں حضور نبی اکرم ﷺ نکلیں گے وہ وہی خوش نصیب ہوں گے جن کی اس دن ڈیوٹی ہوگی۔

روزِ قیامت شانِ مصطفیٰ ﷺ کا عملی مظاہرہ

ایک شرف اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو دنیا میں عطا کردیا، اور ایک شرف انہیں قیامت کے دن عطا فرما دے گا۔ آقا علیہ السلام نے فرمایا:

أَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا فَخْرَ، وَأَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْأَرْضُ، وَأَوَّلُ شَافِعٍ وَمُشَفَّعٍ، بِيَدِي لِوَاءُ الْحَمْدِ تَحْتِي آدَمُ فَمَنْ دُونَهُ. (۲)

---

(۱) ۱۔ دارمی، السنن، المقدمة، باب ما أکرم الله تعالی نبیه بعد موته، ۱: ۵۴، رقم: ۹۴

۲۔ ابن جوزی، الوفا بأحوال المصطفی ﷺ: ۸۳۳

۳۔ سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۲: ۲۱۷

۴۔ صالحی، سبل الهدیٰ والرشاد، ۱۲: ۴۵۲

(۲) ۱۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۴: ۳۹۸، رقم: ۶۴۷۸

۲۔ أبو یعلی، المسند، ۱۳: ۴۸۰، رقم: ۷۴۹۳

۳۔ ابن أبي عاصم، السنة، ۲: ۳۶۹، رقم: ۷۹۳

۴۔ مقدسی، الأحادیث المختارة، ۹: ۴۵۵، رقم: ۴۲۸

۵۔ هیثمي، موارد الظمآن، ۱: ۵۲۳، رقم: ۲۱۲۷

’’میں ساری اولادِ آدم علیہ السلام کا سردار ہوں اور یہ بات فخریہ نہیں کہتا، اور سب سے پہلے میری زمین شق ہوگی، اور میں سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول کی جائے گی، میرے ہاتھ میں (اللہ تعالیٰ کی) حمد کا جھنڈا ہوگا جس کے نیچے حضرت آدم علیہ السلام اور تمام انبیاء علیہم السلام ہوں گے۔‘‘

صحیح بخاری اور مسلم کی متفق علیہ حدیث[1] ہے کہ آپ ﷺ اللہ کی بارگاہ میں شفاعت کریں گے۔ قیامت کے دن ہر اُمت ایک دوسرے کو کہے گی کہ مل کے سارے حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جائیں۔ وہ کہیں گے: اِذْهَبُوا إلٰی غَيْرِی (آج میرے سوا کسی کے پاس جاؤ)‘‘،[2] تو لوگ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس آئیں گے وہ بھی کہیں گے: نہیں، اِذْهَبُوا إلٰی غَيْرِی (آج کسی اور کے پاس جاؤ)۔ چلتے چلتے وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام حتی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آ جائیں گے، آقا علیہ السلام کی بعثت سے پہلے آخری وہی تھے۔ اب یہ بھی تو ہوسکتا تھا کہ حضرت آدم علیہ السلام ہی سیدھا کہہ دیتے کہ ان کے پاس جاؤ۔ مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس کُل سابقہ امتیں آئیں گی تو اس وقت وہ فرمائیں گے: إذهبوا إلی محمد (آقا علیہ السلام کے درِ دولت پر جاؤ)۔ آج ان کا دن ہے ان کے سوا کوئی اِس وقت لب نہیں کھول سکتا۔ یہ بات حضرت آدم علیہ السلام نے شروع میں کیوں نہ کہہ دی؟ اگر وہ شروع میں ہی کہہ دیتے تو حضرت آدم علیہ السلام کے بعد وہ براہِ راست آقا علیہ السلام کی بارگاہ میں آجاتے۔ لیکن ایک ایک دروازے پر قیامت کے دن اللہ بھیج رہا ہے تاکہ یہ بھی پتا چل جائے کہ ہر امت اپنے نبی کے دروازے پر سائل بن کے جائے اور یہ بھی پتہ چل جائے کہ ہر دروازے سے جواب ملے: ’’نہیں! آگے جاؤ، آگے جاؤ۔‘‘ گھومتے گھومتے سب کو خبر ہوجائے اور پورے محشر میں اعلان

---

(۱) بخاری، الصحیح، کتاب التفسیر، ۴: ۱۷۴۶، رقم: ۴۴۳۵

(۲) مسلم، الصحیح، کتاب الایمان، ۱: ۱۸۵، رقم: ۱۹۴

ہو جائے کہ قیامت کے دن سب امتوں کا ملجا و ماویٰ مصطفیٰ ﷺ ہے۔ پھر جب آقا علیہ السلام کے پاس لوگ آئیں گے تو آقا ﷺ فرمائیں گے:

أَنَا لَهَا.[1]

''ہاں! اس شفاعت کے لیے تو میں ہی مخصوص ہوں۔''

روزِ محشر عرش پر حضور ﷺ کا جلوسِ عظمت

اُس دن شان و شوکتِ مصطفیٰ ﷺ کا عملی مظاہرہ ہوگا۔ جب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حساب و کتاب شروع کرنے کے لیے آقا علیہ السلام لب کشائی فرمائیں گے۔ یہی ثابت کرنے کے لیے کہ آقا علیہ السلام جن کے اوپر سب کے ایمان کا مدارا ہے اس کا مقام و مرتبہ یہ ہے کہ جب حساب و کتاب شروع ہو جائے گا، تو اللہ پاک فرمائے گا: محبوب حساب و کتاب اب شروع ہے، اب عدالت قائم ہوگی تخت لگ جائے گا۔ تو اللہ تبارک و تعالیٰ سرِ عرش اپنی کرسی پر جو اللہ رب العزت کے لیے خاص ہوگی،[2] اپنی شان کے لائق جلوہ افروز ہوگا اور فرشتہ کو حکم دے گا: عرش پر میری کرسی کے دائیں جانب میرے مصطفیٰ ﷺ کی کرسی بچھا دی جائے۔ تو قیامت کے دن عرش الٰہی پر دو کرسیاں رکھی جائیں گی۔ عرش پر ایک کرسی ہوگی رب کائنات کی وہ جو صدر بزم قیامت ہوگا، صدر یوم قیامت کے ساتھ دوسری کرسی اس دن کے مہمان خصوصی تاجدارِ کائنات کی ہوگی ''عن یمین الرحمان یمین العرش''[3] عرش کی کرسی پر دائیں جانب تشریف فرما ہوں گے۔ یہ پھر demonstration ہوگا کہ جہاں ابتداء میں ہر نبی کو حضور کی متابعت میں دیا گیا تھا وہاں انتہا بھی ساری کائنات، ساری مخلوقات سمیت سب انبیاء علیہم السلام حضور کی متابعت میں ہو

(۱) بخاری، الصحیح، کتاب التوحید، ۶: ۲۷۲۷، رقم: ۷۰۷۲

(۲) حاکم، المستدرک، ۲: ۳۹۶، رقم: ۳۳۸۵

(۳) حاکم، المستدرک، ۲: ۳۹۶، رقم: ۳۳۸۵

ں گے۔ اس لیے اب یہ جو ہر پیغمبر کو تلاش تھی اور ہر پیغمبر نے اپنی ہر امت کو بتا دیا تھا کہ آنے والے جن کی خاطر بزم کائنات بنی ہے وہ آ رہے ہیں تم ان پر ایمان لانا۔ ہر نبی نے اپنی امت کے اندر آقا علیہ السلام کی تلاش کی پیاس پیدا کر دی تھی۔

آمدِ مصطفیٰ ﷺ کا اِنتظار اور شہر مدینہ کا قیام

ایک عجیب واقعہ جو خالی از دلچسپی نہیں آپ کی نذر ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی سے یہ وعدہ لیا اور ہر نبی نے اپنی اُمت کو یہ خبر دی۔ سو آقا علیہ السلام کی آمد، اس کی شہرت اتنی ہو چکی تھی کہ کوئی قوم ایسی نہ تھی جو حضور ﷺ کی آمد سے بے خبر ہو۔ امام ابو سعد الخرکوشی النیشاپوری، جو کہ حدیث کے بہت بڑے امام ہو گزرے ہیں اور اکثر ائمہ حدیث خواہ وہ امام عسقلانی ہوں، امام قسطلانی ہوں، امام عینی ہوں، قاضی عیاض ہوں، امام نووی ہوں، امام سیوطی ہوں یا امام قرطبی، وہ سب امام ابو سعد نیشاپوری کا حوالہ بطور حجت دیتے ہیں۔

وہ اپنی کتاب ''شرف المصطفی ﷺ (۱: ۹۳-۱۰۵، رقم: ۱)'' میں روایت [۱] کرتے ہیں کہ آقا علیہ السلام کی بعثت سے ایک ہزار سال قبل یمن کی سرزمین کا

---

(۱) امام ابو سعد اپنی کتاب ''شرف المصطفی ﷺ (۱: ۹۳-۱۰۵، رقم: ۱)'' کے اندر یہ روایت بڑی جید سند کے ساتھ لائے ہیں جس کو محمد بن سہل بن ہلال المکی روایت کرتے ہیں، اُن کو ابو الحسن محمد بن نافع الخزاعی مکہ میں روایت کرتے ہیں، انہوں نے یہ روایت ابو محمد اسحاق بن احمد سے لی، اُنہوں نے صاحبِ تاریخ مکۃ امام ابو الولید الازرقی سے روایت لی، انہوں نے آگے سعید بن سالم سے، انہوں نے عثمان بن ساج سے اور اُنہوں نے محمد بن اسحاق سے روایت لی۔

یہ تمام رُواۃ اَسماء الرجال کی کتب اور طبقات المحدثین کی کتب میں اس حدیث کی سند کو ثقہ مانتے ہیں۔ اِن کی روایت مقبول ہے۔ کثرت کے ساتھ ائمہ حدیث، ائمہ جرح وتعدیل نے ان کی تائید کی ہے۔

بادشاہ تُبَّع الأوّل تھا۔ تاہم اِس کے بارے میں مختلف اقوال ہیں کہ یہ واقعہ (جو ہم بیان کرنے جا رہے ہیں وہ) تُبَّع الأوّل کا ہے۔ امام ابو سعد النیشا پوری نے تُبَّع الأوّل ذکر کیا ہے جب کہ بعضوں نے کہا ہے کہ تُبَّع الأوسط تھا۔ جب کہ بعض کہتے ہیں کہ یہ سب سے بعد میں آنے والے تُبَّع الأصغر کا واقعہ ہے۔ دراصل تُبَّع ایک اصطلاح ہے جو دنیا کے ان پانچ بادشاہوں میں سے ایک ہے جنہوں نے پوری دنیا میں فتوحات کیں۔ جیسے روم کے بادشاہ کے لیے ''قیصر'' کی اصطلاح ہوتی تھی، ایران کے بادشاہ کے لیے ''کسریٰ'' کا لقب استعمال کیا جاتا تھا۔ اَسی طرح تُبَّع ایک اصطلاح ہے۔ یہ ان پانچ بادشاہوں میں سے ایک ہے جنہوں نے پوری دنیا میں فتوحات کیں۔ آقا علیہ السلام کے زمانے سے ایک ہزار سال قبل یہ روانہ ہوا۔ اس کے بارے میں کہتے ہیں کہ جس ملک اور جس شہر کو فتح کرتا وہاں سے دس اَفراد نہایت اعلیٰ، صاحبانِ حکمت، صاحبانِ علم یعنی چوٹی کے دس بڑے زعماء کو چن لیتا اور اپنے لشکر میں بطور مشیر شامل کر لیتا۔ اس کا لشکر جب عالمی فتوحات کرنے کے لیے نکلا تو ایک لاکھ تینتیس ہزار گھوڑے اُس میں شامل تھے، ایک لاکھ تیرہ ہزار پیادہ سپاہی تھے، اور دس دس حکماء، زعما، دانش مند، اہل علم جو وہ شہر شہر اور ملک ملک سے جمع کرتا گیا اُس کے لشکر میں ان کی تعداد چار ہزار ہوگئی تھی۔ چونکہ پوری دنیا کی فتوحات کر رہا تھا، اس لیے چلتے چلتے وہ عرب پر حملہ کرنے کے لیے سر زمین مکہ کی سرحدوں پر پہنچا۔ وہ جس جگہ بھی جاتا تھا اُس کی طاقت اور قوت دیکھ کر اُس علاقے کے لوگ اُس کی بڑی تعظیم و تکریم کرتے اور خود سرنگوں ہو جاتے۔ لیکن جب وہ مکہ پہنچا تو اہل مکہ نے اس کی تعظیم و تکریم کی نہ اُس کے رعب و دبدبے سے مرعوب ہوئے۔

اُس نے عمار یسا نامی اپنے وزیر خاص کو بلایا اور اہل مکہ کی بے التفاتی کی وجہ دریافت کی۔ وزیر نے کہا: آپ زیادہ غصے میں نہ آئیں۔ یہ عرب لوگ جاہل، ان پڑھ بدو ہیں۔ یہ اپنے حال میں مست رہنے والے بتوں کے پجاری ہیں۔ ان کے شہر میں ایک گھر ہے جسے کعبہ کہتے ہیں۔ یہ اس پر بڑا فخر کرتے ہیں اور یہ اُس کعبے کے مجاور ہیں، اور

اس کا انہیں بڑا گھمنڈ ہے۔ اس وجہ سے کسی کی پروا نہیں کرتے۔ بادشاہ نے سوچا کہ اگر یہ بات ہے تو میں پھر اس گھر کو ہی (معاذ اللہ) مسمار کر دیتا ہوں۔ بس اس نے یہ ارادہ کیا ہی تھا کہ اس کے سر میں ناقابل برداشت قسم کا شدید درد شروع ہوگیا، اور ساتھ ہی اس کی آنکھوں، دونوں کانوں، ناک اور منہ سے بودار پانی پیپ کی مانند بہنے لگ گیا۔ جو اتنا بدبو دار تھا کہ کوئی شخص اُس کے پاس مجلس میں بیٹھنے کے لیے تیار نہ تھا۔ وہ سخت پریشان ہوا۔ جتنے حکماء و اطباء تھے ان کو بلایا۔ انہوں نے سر توڑ کوشش کی لیکن کسی سے اس کا علاج نہیں ہوسکا۔ وہ کہنے لگے کہ ہماری سمجھ میں یہ آتا ہے کہ یہ کوئی اَمر سماوی ہے، اَمرِ اَرضی نہیں۔ زمینی مرض ہوتا تو ہم میں سے کسی نہ کسی کی سمجھ میں اس کا علاج آجاتا۔ یہ کہہ کر سب لوگ چلے گئے اور اس پر رات کا اندھیرا چھا گیا۔

اس کے چار ہزار بڑے چوٹی کے علماء بڑے متقی اور بڑے پرہیز گار عالم تھے۔ ان میں سے ایک نے عماریسا سے کہا: میں ایک راز کی بات بادشاہ تُبَّع سے کرنا چاہتا ہوں مگر وہ خلوت میں مجھے ملے اس وقت جب کوئی اور شخص موجود نہ ہوتا کہ راز افشا نہ ہو۔ اس نے کہا کہ دوسری بات یہ کہ: میں اس کے مرض کا علاج کرسکتا ہوں۔ مگر شرط یہ ہے کہ جو کہوں وہ اس پر عمل کرے۔ وزیر نے بادشاہ سے آکر یہ باتیں کیں۔ وہ اتنی سخت تکلیف میں تھا کہ دونوں باتیں مان گیا۔ چنانچہ رئیس العلماء رات کی تنہائی میں خلوت میں بادشاہ تُبَّع کے پاس آیا۔ اُس نے خلوت میں پوچھا: یہ بتایئے آپ نے ذہن میں کعبہ کو مسمار کرنے کا ارادہ کیا تھا؟ بادشاہ نے کہا: ہاں! یہ ارادہ میں نے کیا تھا، اور صرف اس کعبہ کو تباہ کرنے کا ارادہ ہی نہیں بلکہ یہاں کے باسیوں کو قتل کرنے اور پورے شہر کو تباہ و برباد کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ اُس نے کہا: بس یہی سبب ہے اور یہ مصیبت ٹل نہیں سکتی، جب تک تم اِرادہ نہ بدل لو اور توبہ کرلو۔ بادشاہ نے اُسی لمحے توبہ کر لی اور کہا کہ تم گواہ ہو جاؤ کہ اِس کعبہ اور اہل مکہ کی نسبت میرے تمام مکروہ اِرادے میرے دل و دماغ سے نکل گئے۔ اُس کے توبہ کرنے کی دیر تھی کہ اُس عالم کے بادشاہ سے روانہ ہونے سے قبل ہی

بادشاہ کی پیپ بھی بند ہوگئی اور درد سر بھی ٹھیک ہو گیا۔ وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آیا اور اپنی قیام گاہ سے دین ابراہیمی کا پیروکار بن کر نکلا۔ اُس نے کعبے پر سات غلاف چڑھائے اور اپنے لشکر کو بلا کر اس گھر کی حفاظت کے احکامات جاری کیے۔ تو تُبَّعْ وہ پہلا شخص ہے جس نے کعبۃ اللہ پر غلاف چڑھایا۔(۱)

اِس کے بعد بادشاہ تُبَّع لشکر لے کر آگے چل پڑا۔ سفر کرتے کرتے وہ ایک جگہ پہنچے جہاں کوئی آبادی نہیں تھی۔ صرف پانی کا ایک چشمہ تھا، وہاں سارا لشکر رُک گیا کہ چلو پانی پی لیں اور تھوڑی دیر آرام کریں۔ بادشاہ نے جگہ کا نام پوچھا تو گرد و نواح میں سے اِکا دُکا لوگوں نے بتایا کہ اس سرزمین کو یثرب کہتے ہیں۔ وہاں اُس نے قیام کیا اور اعلان کیا کہ کل یہاں سے روانہ ہوں گے۔ اِس دوران میں لشکر میں موجود چار ہزار صاحبانِ علم کا اجلاس ہوا اور انہوں نے باہمی صلاح مشورہ کیا۔ وہ علماء سماوی کتب کا علم رکھنے والے اور صاحبانِ بصیرت تھے۔ وہ حضور ﷺ کی آمد، بعثت، ولادت اور ہجرت کے تذکروں کی پوری پہچان رکھتے تھے۔ جن کے پاس یہ سارا علم تھا وہ جانتے تھے کہ وہ نبی آخر الزماں ﷺ ہجرت کر کے اِس یثرب نامی وادی میں تشریف لائیں گے اور اسے یثرب سے مدینہ بنادیں گے۔(۲)

---

(۱) ابن اسحاق، السيرة النبوية: ۱۰۵

(۲) یہ محض کوئی داستان نہیں۔ ایک تو امام ابو سعد النیشاپوری جیسے جلیل القدر امامِ حدیث نے اپنی کتاب شرف المصطفی ﷺ میں قوی اور جید سند کے ساتھ اسے روایت کیا ہے۔ یہ کتاب پہلے چھپی ہوئی نہیں تھی۔ چند سال پہلے تاریخ میں پہلی بار چھپی ہے اور جس سال پہلی مرتبہ چھپی راقم کویت میں تھا تو میں نے یہ نسخہ خرید لیا۔ اس سے پہلے اس کے مخطوطے تھے اور اَئمہ حدیث کے مخطوطوں کے ذریعے سے اس کتاب کے حوالے ملتے تھے۔

اس دلچسپ واقعے کو امام ابن اسحاق نے اپنی ''السیرۃ النبویۃ (ص: ۱۰۳-۱۰۷)'' میں روایت کیا جو سیرتِ طیبہ پر سب سے پہلی اور مستند ہے۔ امام ابن ــــ

اب انہوں نے طے کر لیا کہ قسمت ہمیں یہاں لائی ہے، اگر ہم یہ سرزمین چھوڑ کر چلے گئے تو ہم سے بڑا بدقسمت کون ہوگا۔ اور ممکن ہے وہ ہمارے زمانے میں آ جائیں، ممکن ہے ہماری اولادوں کے زمانے میں آ جائیں۔ لہٰذا ان میں سے چارسو علماء نے یہ فیصلہ کیا کہ چاہے بادشاہ قتل بھی کردے یا زندہ جلا دے، ہم یہاں سے نہیں جائیں گے۔ صبح بادشاہ نے روانگی کا اعلان کیا تو ان علماء نے اعلان کر دیا کہ ہم نہیں جا رہے۔ بادشاہ پریشان ہوگیا کہ یہ اہل علم و دانش اور اہل حکمت میرے مشیر ہیں، یہ کیوں نہیں جا رہے۔ پھر وزیر نے اُن علما سے آ کر بات کی تو اُنہوں نے کہا کہ وہ جو بادشاہ نے کعبے کو مسمار کرنے کا ارادہ کیا تھا اور اُسی وقت آسمانی مصیبت نے اِس کی گرفت کرلی تھی اور پھر جب اس نے ارادہ ترک کر دیا تو بچ گیا۔ وہ دراصل جو اُس کعبے کی حرمت تھی وہ صاحبِ کعبہ محمد مصطفیٰ ﷺ کے صدقے سے تھی۔ اس کعبہ کے شہر میں اُس نبی آخر الزمان ﷺ نے

...... سعد نے اپنی ''الطبقات الکبری (۱: ۱۵۸، ۱۵۹)'' میں روایت کیا۔ امام ابو الولید الازرقی نے ''أخبار مکة (۱: ۱۳۲-۱۳۴)'' میں اسے روایت کیا۔ امام سعید بن منصور نے ''السنن (۲: ۴۰۰، رقم: ۲۹۷۸)'' میں روایت کیا۔ امام بیہقی نے ''دلائل النبوة (۲: ۵۰۹) میں روایت کیا۔ حدیث کے جلیل القدر امام طبرانی نے ''المعجم الأوسط (۴: ۳۵، رقم: ۳۵۴۴)'' میں روایت کیا۔ امام ماوردی نے ''أعلام النبوة (ص: ۱۹۹)'' میں روایت کیا۔ امام طبری نے ''تاریخ الأمم والملوک (۲: ۹۴-۹۹)'' میں اپنے طُرق اور اپنی اسانید کے ساتھ اس کو روایت کیا ہے۔ ابن عساکر نے ''تاریخ دمشق الکبیر (۱۱: ۶۸-۷۷)'' میں بہت سارے طُرق کے ساتھ روایت کیا۔ امام سیوطی نے ''الدر المنثور (۷: ۴۱۷)'' میں روایت کیا۔ امام ابونعیم جو حدیث کے بڑے ثقہ امام ہیں انہوں نے دلائل النبوة میں اس کو روایت کیا۔ امام واقدی نے اس کو روایت کیا۔ امام ابن قُتَیبه نے اس کو روایت کیا۔

اتنے ائمہ نے اپنے اپنے طُرق اور اسانید صحیحہ معتمدہ کے ساتھ اسے الگ الگ روایت کیا ہے۔

پیدا ہونا ہے کہ یہ اُن کی ولادت کا شہر ہے اور اس کعبہ کو انہوں نے آباد کرنا ہے۔ لہٰذا آپ بادشاہ کو بتادیں کہ ہم نے تمام آسمانی کتابوں میں یہ متفقہ طور پر پڑھ رکھا ہے کہ وہ رات اُس شہر مکہ میں ہوگی جب تاجدارِ کائنات ﷺ ہجرت کرکے اِس مقام یثرب پر آئیں گے۔[۱] اور اُن کا مزار اقدس بھی یہاں بنے گا۔ اب ہم اس یثرب کی سرزمین کو چھوڑ کر نہیں جانا چاہتے۔ یہ مبارک ہوگی اُن لوگوں کے لیے کہ جو اپنی زندگی میں اُن کا زمانہ پالیں گے اور اُن پر ایمان لائیں گے، اور اگر وہ نہ پاسکے تو اُن کی اولادیں اُن کو پالیں گی اور اُن پر ایمان لائیں گی۔ جب یہ بات وزیر نے بادشاہ کو بتائی تو بادشاہ نے کہا: اگر یہ بات حقیقت ہے تو اعلان کر دو کہ ایک سال تک میں خود اُن کی آمد کے انتظار میں یہیں رُکوں گا۔ اب اُس نے ایک سال وہاں قیام کیا اور چونکہ چار سو علماء نے فیصلہ کرلیا تھا کہ وہ تو یہاں سے نہیں جائیں گے۔ پس بادشاہ نے چار سو کے چار سو علماء کے لئے ایک ایک گھر بنا دیا۔[۲] اور جو باندیاں و لونڈیاں فتوحات کے نتیجے میں حاصل ہوئی تھیں اُس نے اُن میں سے چار سو کو آزاد کرکے اپنی موجودگی میں ایک ایک عالم کے ساتھ شادی کرائی اور ان کو ایک ایک گھر میں ٹھہرایا۔

اس طرح چار سو جوڑے بنے اور چار سو گھر آباد ہوئے اور اس طرح تُبَّعْ کے ہاتھوں شہر مدینہ کی ابتداء ہوئی۔ یہ ہزار سال پہلے کا واقعہ ہے۔[۳] بعض ائمہ حدیث و تاریخ نے سات سو سال پہلے کا ذکر کیا ہے۔

جب ایک سال بعد بادشاہ یثرب سے روانہ ہونے لگا تو اُس نے رئیس العلماء کو بلایا؛ وہ رئیس العلماء جس نے اس کی ساری رہنمائی کی تھی اور جو اسے یثرب تک لایا تھا۔ اس کو بلا کر کہا: تم گواہ ہو جاؤ، ہمیں معلوم نہیں کتنا زمانہ پڑا ہے محمد مصطفیٰ (ﷺ) کی

(۱) ابن سعد، الطبقات الکبری، ۱: ۱۵۹

(۲) ابن عساکر، تاریخ دمشق الکبیر: ۱۱: ۷۵

(۳) ازرقی، اخبار مکۃ، ۱: ۱۳۴

آمد اور بعثت کا، مگر تم گواہ ہو جاؤ کہ میں ان پر ایمان لے آیا اور ان کی آمد سے پہلے، میں ان کا پہلا اُمتی بنتا ہوں۔ میں ایک خط لکھ کے تمہیں دیتا ہوں، اگر تمہاری زندگی میں آقا (علیہ السلام) آجائیں تو ان کو میرا خط دے دینا اور اگر تمہاری زندگی میں نہ آئیں تو پھر نسل بعد نسل اپنی اولاد کو دیتے جانا، اور وصیت کرتے جانا کہ جس نسل میں جس زمانے میں آقا (علیہ السلام) تشریف لائیں، میرا خط انہیں دے دیا جائے۔ اُس نے خط میں لکھا:

اَمَّا بَعد یَا مُحَمَّد - صَلَّی اللهُ عَلَیکَ - إِنِّي آمَنتُ بِکَ وَبِکِتَابِکَ الَّذِي أَنزَلَ اللهُ عَلَیُکَ، وَأَنَا عَلَی دِینِکَ وَسُنَّتِکَ، وَ آمَنتُ بِرَبِّکَ وَرَبِّ کُلِّ شَيءٍ.(۱)

”اما بعد! اے محمد (صلی اللہ علیک وسلم)! میں آپ پر ایمان لایا اور آپ کی اُس کتاب پر ایمان لایا جو اللہ تعالیٰ آپ پر نازل فرمائے گا۔ اور میں اعلان کرتا ہوں کہ آپ کے دین میں آ گیا ہوں اور آپ کی سنت پر جو آپ کا طریقہ ہوگا اس پر قائم ہوں۔ اور آپ کے رب اور ہر شے کے رب پر ایمان لے آیا ہوں۔“

اس کے بعد وہ خط میں مزید بیان کرتا ہے:

وَإِنْ لَمْ أُدْرِکْکَ فَاشفع لِي يَومَ القِيَامَة، وَلَا تَنسَنِي، فَإِنِّي مِن أمتک الأولین، وَبَایَعتُکَ قَبلَ مَجِيئِکَ، وقبل إرسال الله إیاک، وأنا علی ملتک وملة إبراهیم أبیک خلیل الله.(۲)

”اور اگر میں (اپنی زندگی میں) آپ کو نہ پا سکوں تو میری التجا ہے کہ قیامت کے دن میری شفاعت فرما دیجیے گا اور مجھے فراموش مت کیجیے گا۔ کیوں کہ میں

(۱) ابوسعد خرکوشی، شرف المصطفی، ۱: ۱۰۰، ۱۰۱، رقم: ۱
(۲) ابوسعد خرکوشی، شرف المصطفی، ۱: ۱۰۱، رقم: ۱

آپ کے پہلے امتیوں میں سے ہوں اور میں نے آپ کی آمد سے بھی پہلی آپ کی بیعت کی اور آپ کے ہماری طرف مبعوث کیے جانے سے بھی قبل آپ پر ایمان لے آیا۔ اور میں آپ کی ملت پر ہوں اور آپ کے والد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت پر ہوں۔‘‘

یہ خط لکھ کر اس نے آخر میں اپنی مہر لگا دی اور لکھا:

إلٰى مُحَمَّدِ بنِ عَبدِ اللهِ خَاتَمِ النَّبِيّنَ، ورَسُولِ رَبِّ العٰلَمِين صلوات الله عليه. مِن تُبَّعِ الأوَّل الحِمْيَري. (۱)

’’تُبع الأول حِمَيري کی طرف سے خاتم النبیین اور رب العالمین کے پیغمبر محمد بن عبد اللہ ﷺ کی خدمت میں۔‘‘

بادشاہ یہ خط بطور امانت اُس رئیس العلماء کو دے کر روانہ ہوگیا۔ اب اس بات کو سات سو یا ایک ہزار برس گزر گئے۔ ان کی اولادیں بڑھتی رہیں اور قبیلے بنتے رہے اور مدینہ (یثرب) آباد ہوتا چلا گیا۔ دور دراز آبادیوں میں انہی چار سو علماء کی اولادیں آباد ہو گئیں۔ ان میں یہود بھی تھے اور کچھ نصاریٰ تھے۔ اس زمانے میں لوگ دین ابراہیم پر تھے جن کو قرآن نے اہل کتاب قرار دیا ہے۔ ان میں بیشتر کا تعلق بنی اسرائیل سے تھا۔ پھر جب آقا علیہ السلام کا زمانہ آگیا اور ۵۱ برس کی عمر مبارک میں آقا علیہ السلام نے ہجرت کا فیصلہ فرما لیا۔ جب یہ خبر پہنچ مدینہ پہنچی تو جو لوگ منیٰ میں بیعت کر آئے تھے، تو انہوں نے آقا علیہ السلام کو خط دینے کے لئے بندہ تلاش کیا۔ انہوں نے مشورہ کیا کہ حضور ﷺ کی آمد سے قبل آپ ﷺ کی خدمت میں خط پیش کر دیا جائے۔ عبد الرحمٰن بن عوف نے انہیں مشورہ دیا کہ اپنے میں سے ثقہ آدمی کو اپنا نمائندہ منتخب کر لو (۲) اور اس کو خط دے کر بھیج دو کہ وہ راستے میں آپ ﷺ کو خط پہنچا دے۔ انہوں نے انصار میں سے ابو لیلی نامی

---

(۱) ابوسعد خرکوشی، شرف المصطفی، ۱: ۱۰۱، رقم: ۱

(۲) ابوسعد خرکوشی، شرف المصطفی، ۱: ۱۰۲، رقم: ۱

ایک معتمد اور معتبر شخص کو منتخب کیا اور تبع الاول کا خط دے کر روانہ کیا۔[۱] مکہ معظّمہ سے آقا علیہ السلام نکلے ہی تھے کہ وہ خط لے کر وہ پہنچ گئے اور آقا علیہ السلام کو دیا۔ (ایک روایت میں ہے کہ آقا علیہ السلام نے لے کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیا کہ علی! پڑھو کہ یہ کیا لکھا ہے۔)

اس روایت سے پتا چلتا ہے کہ آقا علیہ السلام کے مکہ معظّمہ سے روانہ ہونے سے قبل خط پہنچ چکا تھا، اور بعض ائمہ نے جو اپنے طرق سے روایات لی ہیں ان میں لکھا ہے کہ آقا علیہ السلام نے صدیق اکبر کو خط دیا ہے۔ فرمایا: پڑھو، ابوبکر کیا لکھا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ سفر ہجرت پر روانہ ہو چکے تھے۔ تاہم اُسی ایک دن کا واقعہ ہے کہ ابو لیلیٰ وہ خط لے کر روانہ ہوا تو آقا علیہ السلام راستے میں پڑاؤ کئے ہوئے تھے۔ اس کی نظر آقا علیہ السلام پر پڑی، اسے معلوم نہیں تھا کہ حضور ﷺ کون ہیں۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ کون ہے۔ وہ تو اس خیال سے آ رہا تھا کہ مکہ پہنچ کر دریافت کروں گا اور پھر آپ کو خط دوں گا۔ مگر جب آقا علیہ السلام کے چہرے پر نگاہ پڑی تو وہ تکتا ہی رہ گیا۔ اتنے میں آقا علیہ السلام فرماتے ہیں:

أَنتَ أَبُو لَيلَى؟

”اے شخص! تمہارا نام ابو لیلیٰ ہے؟“

اُس نے عرض کیا: جی میرا نام ابو لیلیٰ ہے۔ آقا علیہ السلام نے فرمایا:

وَمَعَکَ کِتَابُ تُبَّعِ الاَوَّل.

”اور تُبَّع الاوّل کا خط تمہارے پاس ہے؟“

وہ شخص متفکر اور متحیر ہو گیا کہ آپ ﷺ کے چہرے سے تو جادوگر ہونے کے آثار نظر نہیں آتے۔ پھر آپ ﷺ کو کیسے پتا چل گیا کہ میں ابو لیلیٰ ہوں اور میرے پاس تبع کا خط ہے؟ کیوں کہ ان کے ذہن میں تو یہ نہیں تھا کہ سوائے جادوگر کے اور کوئی بھی غیبی بات جان سکتا ہے۔ آقا علیہ السلام نے فرمایا:

(۱) ابن عساکر، تاریخ دمشق الکبیر، ۱۱: ۷۶

أنا محمد رسول الله، هات الکتاب.[۱]

''میں محمد رسول اللہ ہوں اور وہ خط (جو تُبَّعُ نے میرے لئے لکھا تھا) مجھے دے دو۔''

بہر حال روایات میں اختلاف ہے کہ وہ خط سفر ہجرت پر روانہ ہونے سے قبل ملا یا سفر ہجرت کے دوران میں۔ تاہم خط آقا علیہ السلام نے رکھ لیا اور پھر سفر ہجرت مکمل کر کے یثرب پہنچے۔ سب نے استقبال کیا اور ہر شخص خواہش مند تھا کہ حضور ﷺ میرے گھر رکیں اور میرے گھر مہمان ہوں۔ آقا علیہ السلام نے ان کو فرما دیا کہ نہیں! نہ تم فیصلہ کرو گے نہ میں فیصلہ کروں گا، یہ اونٹنی مامور ہے۔[۲] اب کُل انصار مدینہ جلوس کی شکل میں دف بجاتے اور آقا علیہ السلام کے استقبال کے نغمے گاتے اور حبشہ سے آئے ہوئے حبشی رقص کرتے، حضور ﷺ کا استقبال کر رہے ہیں اور چھوٹی بچیاں دف بجا کے طَلَعَ البَدرُ عَلَینَا کے نغمے گا رہی ہیں۔[۳] اک سماں تھا اور سارا شہر اہل مدینہ کے پیچھے پیچھے تھا، آقا علیہ السلام اونٹنی پر سوار تھے اور دنیا کی نگاہیں اونٹنی پر جمی ہوئی تھیں کہ کس کے گھر جا کر بیٹھتی ہے۔ آقا علیہ السلام کو لے کر چلتے چلتے جب حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا گھر آیا تو اُونٹنی اس کے آگے بیٹھ گئی۔ آقا علیہ السلام نے اُس کا شجرہ نسب پوچھا تو واضح ہوا کہ ابو ایوب انصاری اسی رئیس العلماء کی اولاد میں سے تھے جو تُبَّعُ اَوّل کے ساتھ ایمان لایا تھا اور جس نے دعوت دی تھی۔[۴] امام ابو سعد النیشاپوری کہتے ہیں کہ تُبَّعُ الأوّل نے جو چار سو

(۱) ابو سعد خرکوشی، شرف المصطفی، ۱: ۱۰۲، رقم: ۱
(۲) ۱۔ طبرانی، المعجم الاوسط، ۴: ۳۵، رقم: ۳۵۴۴
۲۔ بیہقی، دلائل النبوۃ، ۲: ۵۰۹
(۳) ۱۔ ابن ابی حاتم رازی، الثقات، ۱: ۱۳۱
۲۔ بیہقی، دلائل النبوۃ، ۲: ۵۰۷
(۴) ابو سعد نیشاپوری، شرف المصطفی، ۱: ۱۰۴، رقم: ۱

گھر بنا کر دیے تھے ان کے بارے میں رئیس العلماء کو بتا دیا تھا۔ لیکن ایک گھر اُس نے نبی آخر الزماں ﷺ کے لیے تعمیر کروایا تھا۔ تو حقیقت میں جس گھر کے سامنے اونٹنی رکی وہ گھر ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا بھی نہیں تھا، صرف ان کے کنٹرول اور تحویل میں تھا۔ اونٹنی وہیں بیٹھی جو ہزار سال پہلے تُبَّع کے حکم سے دارِ مصطفیٰ ﷺ کے طور پر تعمیر ہوا تھا۔ (۱)

یہ علم تو حضور ﷺ کی اونٹنی کا ہے کہ ہر ایک نے کہا: میرے گھر ٹھہریں۔ آقا علیہ السلام کی اونٹنی نے کہا: ارے تم کون ہو کہ مصطفیٰ ﷺ تمہارے گھر ٹھہریں، مصطفیٰ ﷺ کسی کے مہمان نہیں بلکہ مصطفیٰ ﷺ خود میزبانِ کائنات ہیں۔ یہ اپنے گھر ٹھہریں گے جو ہزار سال پہلے ان کے لیے تعمیر کیا گیا تھا۔ (۲)

---

(۱) ابن عساکر، تاریخ دمشق الکبیر، ۱۱: ۷۷

(۲) آج کی اس مبارک رات میں تحدیثِ نعمت کے طور پر ایک بات آپ کو بتا رہا ہوں۔ آج سے ساٹھ ستر سال پہلے جب سعودی حکومت آئی تو انہوں نے حضرت ابو ایوب انصاری ص کے گھر کو ''مدرسۃ العلوم الشرعیۃ'' بنادیا۔ یہ گھر گنبد خضریٰ کے بالکل سامنے تھا۔ اللہ کی شان دیکھئے کہ کس جگہ وہ گھر اللہ نے بنوایا۔ عین اس مقام پر کہ جس کے بالکل سامنے صرف ایک چھوٹی سی گلی ہے، گلی کی اس دیوار میں ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر کا دروازہ ہے۔ اس دیوار میں باب جبریل ہے اور باب جبریل کے ساتھ دائیں جانب آقا ں کا مزارِ اقدس ہے۔ گھر بھی عین اس مقام پہ تعمیر کروایا گیا جہاں آقا ں نے قیام بھی کرنا تھا اور جہاں مزار اقدس اور گنبد خضریٰ بھی بننا تھا۔ باب جبریل کے بالکل سامنے اُس زمانے میں یہ سیدنا ابو ایوب انصاری کا گھر دار ابی ایوب کہلاتا تھا۔ اب وہ جو زمانہ آپ نے دیکھا وہ مسجد نبویؐ کے اندر آ گیا مسجد نبویؐ کے حصے میں آ گیا، مگر ۱۹۶۳ء میں، جب میری عمر ۱۲ سال تھی، میں وہاں گیا تھا تو اُس وقت مسجد نبوی کی توسیع نہیں ہوئی تھی۔ وہاں میری دینی تعلیم کا آغاز دار ابی ایوب - مدرسۃ العلوم الشرعیۃ - میں ہوا تھا۔ تاہم مدرسہ اور گھر بعد میں مسمار کر دیے گئے۔ اور مولانا ضیاء الدین مدنیؒ جن کا گھر بابِ مجیدی کے سامنے اُس سمت تھا، تو ——

حیوانات میں معرفتِ محمدی ﷺ کے مظاہر

اندازہ کیجئے کہ تمام انبیاء اور رُسل علیھم السلام حضور علیہ السلام کی آمد کا ذکر کرتے اور اپنی اپنی اُمت کو حضور نبی اکرم ﷺ پر ایمان لانے اور حضور ﷺ کا ادب اور تعظیم و تکریم کرنے کی ترغیب اور تعلیم دیتے رہے۔ انبیاء اور رُسل علیھم السلام کو تو پہچان تھی اور انہوں نے آقا علیہ السلام کی عظمت اور نبوت اور رسالت کی پہچان اپنی کُل امتوں کو کروا دی تھی۔ لیکن اللہ رب العزت نے اپنی مخلوقات میں خواہ کوئی بھی جاندار تھا، انسان تھا، حیوان تھا، درخت تھے، شجر تھے، حجر تھے، پتھر تھے، کائنات کے تمام حیوانات، نباتات، شجر و حجر کو تاجدارِ کائنات ﷺ کی عظمت کی پہچان آپ ﷺ کی آمد سے بھی پہلے کروا دی تھی۔

کائنات کی کوئی شے، کوئی ذرہ ایسا نہ تھا جس کو حضور ﷺ کی پہچان نہ تھی۔

۱۔ امام احمد بن حنبل نے اپنی ''مسند'' میں، دارمی نے اپنی ''سنن'' میں اور امام طبرانی نے سند حسن اور سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے کہ کس کس کو پہچان تھی۔ ''صحیح مسلم'' میں اور ''جامع ترمذی'' میں حدیث ہے۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِنِّي لَأَعْرِفُ حَجَرًا بِمَكَّةَ كَانَ يُسَلِّمُ عَلَيَّ قَبْلَ أَنْ أُبْعَثَ، إِنِّي لَأَعْرِفُهُ الْآنَ.(۱)

...... انہوں نے مجھے بسم اللہ کرائی تھی۔

(۱) ۱۔ مسلم، الصحيح، كتاب الفضائل، بَابُ فَضْلِ نَسَبِ النَّبِيِّ ﷺ وَتَسْلِيمِ الْحَجَرِ عَلَيْهِ قَبْلَ النُّبُوَّةِ، ۴: ۱۷۸۲، رقم: ۲۲۷۷

۲۔ ترمذی، السنن، كتاب المناقب، باب آيات إثبات نبوة النبي ﷺ وما قد خصه الله، ۵: ۵۹۲، رقم: ۳۶۲۴

۳۔ دارمي، السنن، ۱: ۲۴، رقم: ۲۰

۴۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۵: ۸۹، ۹۵، رقم: ۲۲۷۷

’’میں مکہ کے اُس پتھر کو پہچانتا ہوں، جو اِعلانِ نبوت سے قبل بھی مجھے سلام کیا کرتا تھا، یقیناً میں اس پتھر کو اب بھی پہچانتا ہوں۔‘‘

۲۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ بِمَكَّةَ. فَخَرَجَ فِي بَعْضِ نَوَاحِيهَا فَمَا اسْتَقْبَلَهُ شَجَرٌ وَلَا جَبَلٌ إِلَّا قَالَ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ، يَا رَسُوْلَ اللهِ.(۱)

’’ہم مکہ میں حضور نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ تھے۔ آپ ﷺ مکہ کے گرد و نواح میں گئے تو راستے میں جو پتھر اور درخت آپ ﷺ کے سامنے آتا تو وہ کہتا: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ، يَا رَسُوْلَ اللهِ (یا رسول اللہ! آپ پر سلام ہو)۔‘‘

انسان تو انسان تھے، شجر و حجر اور جمادات، نباتات وحیوانات اور کائنات کی تمام مخلوقات اور ہر شے حضور ﷺ کو پہچانتی تھی اور حضور ﷺ کی معرفت رکھتی تھی۔ بدقسمت ہیں وہ لوگ جو امتی ہو کر حضور ﷺ کی عظمت کی معرفت سے محروم ہیں۔

۳۔ امام احمد بن حنبل، امام دارمی اور امام طبرانی سندِ حسن کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انصار صحابہ میں سے کسی انصاری کا اونٹ۔ جس کے ذریعے وہ کھیتی باڑی کرتے اور پانی بھر کے لاتے تھے۔ بے قابو ہوکر ان پر حملہ آور ہوگیا۔ کھیتی باڑی رک گئی اور ان کے سارے باغ اجڑ گئے۔ اونٹ نے کام کرنا چھوڑ دیا تو

۵۔ ابن حبان، الصحيح، ۱۴: ۴۰۲، رقم: ۶۴۸۲
۶۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ۶: ۳۱۳، رقم: ۳۱۷۰۵
۷۔ طبراني، المعجم الأوسط، ۲: ۲۹۱، رقم: ۲۰۱۲
۸۔ ديلمي، مسند الفردوس، ۱: ۵۸، رقم: ۱۶۱

(۱) ۱۔ ترمذی، السنن، کتاب المناقب، باب (۶)، ۵: ۵۹۳، رقم: ۳۶۲۶
۲۔ حاكم، المستدرك، ۲: ۶۷۷، الرقم: ۴۲۳۸

وہ پریشان ہوکر آقا علیہ السلام کی بارگاہ میں آئے۔ آقا علیہ السلام نے فرمایا: چلو! اُس اونٹ کے پاس۔ سارے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ آقا ﷺ اُس انصاری کے گھر تشریف لے گئے، اُس کے احاطے میں پہنچے تو اونٹ ایک کونے میں بندھا ہوا تھا۔ آقا علیہ السلام اُس کی طرف چل پڑے تو انصار نے کہا: یا رسول اللہ! اس اونٹ کے قریب نہ جائیں، یہ باؤلے کتے کی طرح کاٹتا ہے، ہمیں خوف ہے آپ ﷺ پر حملہ آور نہ ہوجائے۔ آقا علیہ السلام نے فرمایا نہیں، مجھ پر حملہ نہیں کرتا۔ اب حدیث کے لفظ ہیں:

فَلَمَّا نَظَرَ الْجَمَلُ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ أَقْبَلَ نَحْوَهُ حَتَّى خَرَّ سَاجِدًا بَيْنَ يَدَيْهِ، فَأَخَذَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ بِنَاصِيَتِهِ أَذَلَّ مَا كَانَتْ قَطُّ حَتَّى أَدْخَلَهُ فِي الْعَمَلِ.(۱)

’’اُونٹ نے جیسے ہی حضور نبی اکرم ﷺ کو دیکھا تو آپ ﷺ کی طرف بڑھا یہاں تک (قریب آ کر) آپ ﷺ کے سامنے سجدہ میں گر پڑا۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے اسے پیشانی سے پکڑا اور حسبِ سابق دوبارہ کام پر لگا دیا۔‘‘

اب حدیث کے اگلے الفاظ کے مطابق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جب یہ منظر دیکھا کہ اونٹ نے حضور ﷺ کو سجدہ کیا ہے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بول اٹھے: یا رسول اللہ!

يَا رَسُوْلَ اللهِ! هَذِهِ بَهِيْمَةٌ لَا تَعْقِلُ تَسْجُدُ لَکَ وَنَحْنُ نَعْقِلُ فَنَحْنُ أَحَقُّ أَنْ نَسْجُدَ لَکَ؟

---

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۳: ۱۵۸، رقم: ۱۲۶۳۵

۲۔ دارمی، السنن، باب (۴)، ما أكرم الله به نبيه من إيمان الشجر به والبهائم والجن، ۱: ۲۲، رقم: ۱۷

۳۔ طبرانی، المعجم الأوسط، ۹: ۸۱، رقم: ۹۱۸۹

۴۔ عبد بن حميد، المسند، ۱: ۳۲۰، رقم: ۱۰۵۳

۵۔ مقدسی، الأحاديث المختارة، ۵: ۲۶۵، رقم: ۱۸۹۵

''یا رسول اللہ! یہ تو بے عقل جانور ہوتے ہوئے بھی آپ کو سجدہ کر رہا ہے اور ہم تو عقلمند ہیں۔ لہٰذا ہم اس سے زیادہ حقدار ہیں کہ آپ کو سجدہ کریں۔''

ایک روایت میں ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:

يَا رَسُوْلَ اللهِ! نَحْنُ أَحَقُّ بِالسُّجُوْدِ لَکَ مِنَ الْبُهَائِمِ.

''یا رسول اللہ! ہم جانوروں سے زیادہ آپ کو سجدہ کرنے کے حقدار ہیں۔''

لیکن آقا علیہ السلام نے اِس سے منع فرما دیا۔ اِنسان، انسان کو سجدہ نہیں کرسکتا۔ اس سے منع کر دیا۔

بعض لوگ یہ تصور کرتے ہیں کہ نبی کا کام تو صرف فرائض اور شریعت کے احکام انسانوں تک پہنچانا ہے۔ لیکن یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اونٹوں کے ساتھ نبی کا کیا تعلق؟ اونٹوں کو تو کوئی شریعت نہیں پہنچانی، نہ اونٹ، گائے اور بکریاں مکلّف ہیں نہ ان کو حلال و حرام سکھانا ہے۔ اگر آقا علیہ السلام کی نبوت و رسالت کو اسی ایک محدود معنی میں لے لیا تو پھر بقایا جو ساری مخلوق جو مکلّف نہیں ہے ان کا آقا علیہ السلام کے ساتھ کیا رشتہ ہے؟ انہیں جو معرفت کرائی گئی وہ کس لیے کرائی گئی؟

۴۔ اگلی حدیث جس کو امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے روایت کیا اور حافظ ابن کثیر نے بیان کیا کہ یہ حدیث بھی ابو داؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ کی اسناد کی ہے جو صحیح احادیث کی شرائط پوری کرتی ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آقا علیہ السلام مہاجرین اور انصار کے گھروں میں ایک جماعت میں تشریف فرما تھے۔ ایک اونٹ آیا اور زمین پر حضور نبی اکرم ﷺ کے قدموں کے سامنے سجدہ ریز ہوگیا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:

يَا رَسُوْلَ اللهِ! تَسْجُدُ لَکَ الْبَهَائِمُ وَالشَّجَرُ فَنَحْنُ أَحَقُّ أَنْ نَسْجُدَ لَکَ. (۱)

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۶: ۷۶، رقم: ۲۴۵۱۵

''یا رسول اللہ! آپ کو جانور اور درخت سجدہ کرتے ہیں جبکہ ہم آپ کو سجدہ کرنے کے زیادہ حقدار ہیں۔''

آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، شریعت میں منع کر دیا گیا ہے۔

یہاں صرف حدیثیں مختلف حوالوں سے ذکر کی جارہی ہیں۔ ورنہ اس قسم کے کتنے ہی دیگر مواقع پر حضور ﷺ کی عظمت کی معرفت بہائم نے دیکھی، شجر و حجر نے دیکھی تو صحابہ نے سوال کیا۔ اندازہ کریں کہ انہیں حضور ﷺ کی عظمت کا کتنا ادراک تھا۔

۵۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں جسے امام طبرانی نے بیان کیا ہے۔فرمایا کہ ایک انصاری شخص کے پاس دو اونٹ تھے وہ دونوں سرکش ہو گئے۔اس نے ان دونوں کو ایک باغ کے اندر قید کر دیا اور پھر حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تا کہ آپ ﷺ اس کے لیے دعا فرمائیں۔ (وہ جب حاضر ہوا تو) حضور نبی اکرم ﷺ انصار کے ایک گروہ میں تشریف فرما تھے۔اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں آپ کے پاس ایک حاجت لے کر حاضر ہوا ہوں۔ میرے دو اُونٹ ہیں جو سرکش ہو گئے ہیں۔ میں نے انہیں باغ میں داخل کر کے دروازہ بند کر دیا ہے۔ آپ سے درخواست ہے کہ آپ میرے لیے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ انہیں میرا فرماں بردار بنا دے۔حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ سے فرمایا: اُٹھو میرے ساتھ آؤ۔ پس آپ ﷺ چلے یہاں تک کہ اس باغ کے دروازے پر تشریف لے آئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: دروازہ کھولو۔ اس شخص کو آپ ﷺ کے حوالے سے خدشہ تھا (کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ جانور حضور نبی اکرم ﷺ پر حملہ

...... ۲۔ بیہقی، السنن الکبری، ۷: ۲۹۱، رقم: ۱۴۴۸۲

۳۔ مقدسي، الأحاديث المختارة، ۵: ۲۶۵، ۲۶۶، رقم: ۱۸۹۵

۴۔ منذری، الترغیب والترھیب، ۳: ۳۵، رقم: ۲۹۷۷

۵۔ ابن کثیر، شمائل الرسول: ۳۲۶

۶۔ ہیثمي، مجمع الزوائد، ۴: ۳۱۰

کر دیں)۔ آپ ﷺ نے پھر فرمایا: دروازہ کھولو۔ اس نے دروازہ کھول دیا۔ دونوں اُونٹوں میں سے ایک دروازہ کے قریب ہی کھڑا تھا۔ جب اس نے حضور نبی اکرم ﷺ کو دیکھا تو فوراً آپ ﷺ کو سجدہ کیا۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میرے پاس کوئی چیز لاؤ جس کے ساتھ باندھ کر میں اسے تمہارے حوالے کر دوں۔ وہ صحابی ایک نکیل لے آیا تو آپ ﷺ نے اس سے اس کو باندھ دیا اور اسے صحابی کے حوالے کر دیا۔ پھر آپ ﷺ باغ کے دوسرے حصے کی طرف چلے جہاں دوسرا اُونٹ تھا۔ اس نے بھی جب آپ ﷺ کو دیکھا تو آپ ﷺ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہو گیا۔ آپ ﷺ نے اس صحابی سے کہا: مجھے کوئی چیز لا دو جس سے میں اس کا سر باندھ دوں۔ پھر آپ ﷺ نے اس کا سر باندھ کر اسے صحابی کے حوالے کر دیا اور فرمایا: جاؤ اب یہ تمہاری نافرمانی نہیں کریں گے۔ جب صحابہ کرام نے یہ سارا واقعہ دیکھا تو عرض گزار ہوئے: یا رسول اللہ! یہ اونٹ جو کہ بے عقل ہیں آپ کو سجدہ کرتے ہیں تو کیا ہم بھی آپ کو سجدہ نہ کریں؟

آپ ﷺ نے اس بار بھی فرمایا: میں کسی انسان کو یہ حکم نہیں دیتا کہ وہ کسی دوسرے انسان کو سجدہ کرے۔(۱)

۶۔ اسی طرح بکریوں کے بارے میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ امام مقدسی اور امام ابو نعیم روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے آقا علیہ السلام کو سجدہ کیا۔ اُس وقت حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور چند دیگر انصار صحابہ رضی اللہ عنہم ہمراہ تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ان بکریوں سے زیادہ ہمارا حق بنتا ہے کہ ہم آپ کو سجدہ کریں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کسی انسان کے لئے جائز نہیں کہ وہ کسی دوسرے انسان کو سجدہ کرے۔(۲)

(۱) ۱۔ طبراني، المعجم الكبير، ۱۱: ۳۵۶، رقم: ۱۲۰۰۳
۲۔ هيثمي، مجمع الزوائد، ۹: ۴

(۲) ۱۔ مقدسي، الأحاديث المختارة، ۶: ۱۳۰، ۱۳۱، رقم: ۲۱۲۹، ۲۱۳۰

نباتات میں معرفتِ محمدی ﷺ کے مظاہر

یہ جانوروں کی محبت تھی۔ پھر محبت کا یہی عالم درختوں کا تھا، اور کیا محبت تھی اُس درخت کی جو کھجور کا خشک تنا تھا۔ یہ حدیث متعدد مقامات پر امام بخاری نے بطور حدیث صحیح روایت کی ہے۔ اس کو امام ترمذی، امام ابن ماجہ، امام ابو یعلیٰ، امام ابن حبان، امام طبرانی اور امام دارمی نے روایت کیا ہے۔ صحاح ستہ کے علاوہ لاتعداد ائمہ سے مروی ہے۔ کیا معرفت ہے! وہ تو جانور تھے جانور کو پھر بھی کہیں کہ چلو اس کو کامل شعور نہیں ہے تو جانور ہے، بہرصورت اُسے اپنے حساب سے کچھ سوجھ بوجھ تو ہے۔

۱۔ بخاری شریف میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَخْطُبُ إِلَى جِذْعٍ، فَلَمَّا اتَّخَذَ الْمِنْبَرَ تَحَوَّلَ إِلَيْهِ فَحَنَّ الْجِذْعُ. فَأَتَاهُ فَمَسَحَ يَدَهُ عَلَيْهِ.(۱)

”حضور نبی اکرم ﷺ ایک درخت کے تنے کے ساتھ ٹیک لگا کر خطاب فرمایا کرتے تھے۔ جب منبر بنا اور آپ ﷺ اس پر جلوہ افروز ہوئے تو لکڑی کا وہ ستون (آپ ﷺ کے ہجر و فراق میں) گریہ و زاری کرنے لگا۔ آپ ﷺ اس کے پاس تشریف لائے اور اس پر اپنا دستِ شفقت پھیرا (تو وہ پرسکون ہو گیا)۔“

۲۔ امام ترمذی کی روایت میں ہے:

.... ۲۔ أبو نعيم، دلائل النبوة، ۲: ۳۷۹، رقم: ۲۷۶

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب المناقب، باب علامات النبوة في الإسلام، ۳: ۱۳۱۴، رقم: ۳۳۹۰

۲۔ ابن حبان، الصحیح، ۱۴: ۴۳۵، رقم: ۶۵۰۶

۳۔ لالكائي، اعتقاد أهل السنة، ۴: ۷۹۷، الرقم: ۱۴۶۹

فَحَنَّ الْجِذْعُ حَنِيْنَ النَّاقَةِ. فَنَزَلَ النَّبِيُّ ﷺ فَمَسَّهُ فَسَكَنَ.(۱)

’’پس وہ تنا اس طرح رونے لگا جس طرح اُونٹنی اپنے بچے کی خاطر روتی ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ منبر سے نیچے تشریف لائے اور اس پر ہاتھ پھیرا تو وہ خاموش ہوگیا۔‘‘

۳۔ سنن ابن ماجہ کی روایت میں ہے:

فَحَنَّ الْجِذْعُ فَأَتَاهُ فَاحْتَضَنَهُ فَسَكَنَ. فَقَالَ ﷺ: لَوْ لَمْ أَحْتَضِنْهُ لَحَنَّ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ.(۲)

’’پس وہ ستون (آپ ﷺ سے جدائی کی وجہ سے) رونے لگا۔ آپ ﷺ اس کے پاس تشریف لائے اور اسے سینہ سے لگایا تو وہ پرسکون ہوگیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر میں اسے سینہ سے نہ لگاتا تو یہ قیامت تک روتا رہتا۔‘‘

۴۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

حَتَّى سَمِعَهُ أَهْلُ الْمَسْجِدِ حَتَّى أَتَاهُ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فَمَسَحَهُ

(۱) ترمذی، السنن، کتاب المناقب، باب في آيات إثبات نبوة النبي ﷺ وما قد خصه الله به، ۵: ۵۹۴، الرقم: ۳۶۲۷

(۲) ۱۔ ابن ماجه، السنن، کتاب إقامة الصلاة والسنة فيها، باب ما جاء في بدء شأن المنبر، ۱: ۴۵۴، رقم: ۱۴۱۵
۲۔ بخاری، التاريخ الكبير، ۷: ۲۶، رقم: ۱۰۸
۳۔ أبو يعلی، المسند، ۶: ۱۱۴، رقم: ۳۳۸۴
۴۔ عبد بن حميد، المسند، ۱: ۳۹۶، رقم: ۱۳۳۶
۵۔ مقدسي، الأحاديث المختارة، ۵: ۳۷، رقم: ۱۶۴۳

فَسَكَنَ. فَقَالَ بَعْضُهُمْ: لَوْ لَمْ يَأْتِهِ، لَحَنَّ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ. (۱)

’’(ستون کے رونے کی) آواز تمام اہلِ مسجد نے سنی۔ (اس کا رونا سن کر) حضور نبی اکرم ﷺ اس کے پاس تشریف لائے اور اس پر اپنا دستِ شفقت پھیرا تو وہ پرسکون ہو گیا۔ بعض صحابہ کہنے لگے: اگر حضور نبی اکرم ﷺ اس کے پاس تشریف نہ لاتے تو یہ قیامت تک روتا رہتا۔‘‘

۵۔ ایک روایت میں ہے جو مبارک بن فضالہ کے طریق سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آقا علیہ السلام نے جب اسے سینے سے لگایا تو جس طرح معصوم بچہ زور سے رو رہا ہو اور ماں اس کو سینے سے لگا لے تو وہ چپ ہو جاتا ہے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کا رونا سنا اور سسکیوں کے ساتھ ماں کے سینے سے لگتے ہوئے بچہ جس طرح چپ کرتا ہے اُسی ڈھنگ میں اس کا چپ کرنا دیکھا ہے۔(۲)

۶۔ اور جب وہ چپ کروایا گیا تو امام دارمی نے روایت کیا ہے کہ آقا علیہ السلام نے اُس سے پوچھا: (یہ معرفت بتا رہا ہوں کہ کس کس کو حضور ﷺ کی عظمتِ نبوت رسالت کی معرفت تھی۔) تو کیا چاہتا ہے۔ اگر تو چاہتا ہے تو تجھے دوبارہ اِسی دنیا میں تر و تازہ کر دوں اور تو پھلوں سے لد جائے۔ اور اگر تو چاہے تو تجھے جنت میں لگا دوں اور وہاں تجھ پہ پھل لگیں۔ اور حدیث کے الفاظ ہیں امام دارمی نے روایت کیا کہ جنت میں اولیاء تیرے پھل کھائیں گے۔ تو اُن دو باتوں میں سے کیا چاہتا ہے؟ اُس نے عرض کیا: یا رسول اللہ!

---

(۱) ابن ماجه، السنن، كتاب إقامة الصلاة والسنة فيها، باب ما جاء في بدء شأن المنبر، ۱: ۴۵۴، رقم: ۱۴۱۵

(۲) ۱۔ ابن حبان، الصحيح، ۱۴: ۴۳۶، ۴۳۷، رقم: ۶۵۰۷

۲۔ طبراني، المعجم الأوسط، ۲: ۱۰۸، ۱۰۹، رقم: ۱۴۰۹

۳۔ ابن الجعد، المسند: ۴۶۶، رقم: ۳۲۱۹

۴۔ أبو يعلى، المسند، ۵: ۱۴۲، رقم: ۲۷۵۶

مجھے جنت میں لگا دیں۔ تو آقا علیہ السلام نے حکم دیا کہ اس کو یہیں میرے منبر کے نیچے دفن کر دیا جائے۔[1]

اِحیاے موتیٰ کا بلند ترین تصور

اب بعض لوگ سوال کرتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام نے تو مردے زندہ کیے۔ اگر سب انبیاء علیہم السلام سے آقا علیہ السلام کی افضلیت ہے تو آقا علیہ السلام نے کیا کوئی مردہ زندہ کیا؟ امام شافعی رضی اللہ عنہ نے اس کا جواب دیا، جسے امام جلال الدین سیوطیؒ نے رقم کیا اور امام دارمی نے روایت کیا۔ امام شافعی نے فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام نے تو زندہ اِنسان جو مردہ ہوگئے، اُن کو زندہ کیا، تو آقا ﷺ نے تو خشک لکڑی کے تنوں کو زندگی عطا کر دی۔ اور اب میں تھوڑی اس کی تفصیل میں جاتا ہوں۔ مُردے کو زندہ کرنا اور تنے کو رُلانا اور سینے سے لگا کر چپ کرانا اور اس سے کلام کرنے میں بڑا فرق ہے؟ انسان کے کان بھی ہیں، سماعت بھی ہے، بصارت بھی ہے، قوتِ گویائی بھی ہے۔ انسان سنتا بھی ہے، بولتا بھی ہے، عقل رکھتا ہے، سمجھتا بھی ہے، اُس کا احساس بھی ہے۔ ساری چیزیں اس کے حواس خمسہ میں ہیں مگر جب روح قفسِ عنصری سے پرواز کر جاتی ہے تو سارے قویٰ اور ساری حسیں اس کی معطل ہوجاتی ہیں۔ نتیجتاً جب عیسیٰ علیہ السلام نے مردے زندہ کئے تو ان کا مردہ زندہ کرنا فقط اتنا تھا کہ نکلی ہوئی روح کو قُم باذن اللہ کے ذریعے اس جسم میں دوبارہ لوٹا دیا۔ اُس انسان میں قوتِ گویائی پہلے تھی، عقل و فہم اور شعور بھی تھا، نطق بھی تھی، سماعت بھی تھی، بصارت بھی تھی، احساس بھی تھا اور اُس کے اندر تمام جذبات بھی تھے۔ فقط روح پلٹا دی تو ہر چیز پھر چلنے لگ گئی اور مردہ بولنے لگ گیا۔

مگر تاجدارِ کائنات ﷺ نے مردوں کو کبھی زندہ کیا، الگ مردے بھی زندہ کیے۔ یہ جو اُستن حنانہ کا مردہ تنا زندہ کیا، ارے یہ تو انسان نہ تھا۔ اس کی تو آنکھیں ہی نہ تھی۔ اس کے کان ہی نہ تھے، اس کی عقل بھی نہ تھی، نہ اس کی زبان اور منہ تھا، نہ اس کی

(۱) دارمی، السنن، ۱: ۲۹، رقم: ۳۲

قوتِ گویائی تھی نہ اس میں اوّلاً شعور تھا، نہ سماعت تھی، نہ بصارت تھی، نہ اس میں احساس تھا، نہ اس کے جذبات تھے۔ یہ تو بالکل ایک خشک تنا تھا جس میں کچھ بھی نہ تھا۔ عیسیٰ علیہ السلام نے فقط انسان کے مردہ جسم میں روح لوٹائی۔ باقی سب کچھ پہلے سے موجود تھا اور تاجدارِ کائنات نے جب اپنا جسم اس تنے سے مس کیا، جس کی آنکھ نہ تھی، مصطفیٰ ﷺ نے آنکھیں بھی عطا کردیں۔ اُس کو کیسے پتہ چلا کہ آج حضور ﷺ مجھ پہ نہیں منبر پہ ٹیک لگا کے کھڑے ہیں۔ اُس نے دیکھ بھی لیا، اُس نے حضور ﷺ کا خطبہ بھی سن لیا اور پھر وہ رو پڑا۔ اُس میں احساس بھی آ گیا۔ اُس میں ہجر اور فراق اور جدائی کا غم بھی آ گیا، اُس میں درد و سوز بھی آ گیا، اُس میں عشق بھی آ گیا۔ سارے احساسات بھی آ گئے۔ اُس کو حیات بھی دی، زندگی بھی دی، شعور بھی دیا، سماعت بھی دی، بصارت بھی دی، نطق بھی دیا۔ سارے احساسات دے کر پھر جب اس سے اترے تو اس کو سسکیاں بھی سکھائیں۔ اور پھر اُس سے پوچھا کہ کہاں دفن کردوں؟ کلام کرنا بھی سکھایا۔ عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ فقط رَدِّ روح ہے، روح کا لوٹانا ہے باقی سب قویٰ پہلے سے موجود تھے جسم انسانی میں اور تاجدارِ کائنات نے روح لوٹائی نہیں، روح ڈالی ہے۔ اور سارے حواس بھی دیئے ہیں، عقل بھی دی ہے شعور بھی دیا ہے جذبات بھی دیئے ہیں۔ آقا علیہ السلام کا احیاے موتیٰ کا تصور کائنات میں سب انبیاء علیہم السلام سے بلند ہے۔

معجزہ دکھانے یا نہ دکھانے کا اختیار

آقا ﷺ کے کہنے سے جس طرح ہاتھ میں پتھر کلمہ پڑھتے اور پتھروں کو زندگی اور قوتِ گویائی ملتی اُسی طرح درخت ہیں۔ حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ امام ابن حبان رضی اللہ عنہ، امام ابو یعلی رضی اللہ عنہ، امام طبرانی سب نے روایت کی ہے کہ آقا علیہ السلام کے پاس بنی عامر میں سے ایک شخص آیا۔ وہ شخص علاج معالجہ کرنے والا (حکیم) دکھائی دیتا تھا۔ پس اس نے کہا: اے محمد! آپ بہت سی (نئی) چیزیں (امورِ دین میں سے) بیان کرتے ہیں۔ (پھر اس نے اَز راہِ تمسخر کہا:) کیا آپ کو اس چیز کی حاجت ہے

کہ میں آپ کا علاج کروں؟ راوی بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اسے اللہ تعالیٰ کے دین کی دعوت دی پھر فرمایا: کیا تم چاہتے ہو کہ میں تمہیں کوئی معجزہ دکھاؤں؟ آپ ﷺ کے پاس کھجور اور کچھ اور درخت تھے۔ آپ ﷺ نے کھجور کی ایک شاخوں والی ٹہنی کو اپنی طرف بلایا۔

فَأَقْبَلَ إِلَيْهِ وَهُوَ يَسْجُدُ، وَيَرْفَعُ رَأْسَهُ وَيَسْجُدُ، وَيَرْفَعُ رَأْسَهُ حَتَّى انْتَهَى إِلَيْهِ ﷺ، فَقَامَ بَيْنَ يَدَيْهِ.

''وہ ٹہنی کھجور سے جدا ہو کر آپ ﷺ کی طرف سجدہ کرتے اور سر اٹھاتے، سجدہ کرتے اور پھر سر اٹھاتے ہوئے بڑھی یہاں تک کہ آپ ﷺ کے قریب پہنچ گئی، پھر آپ ﷺ کے سامنے کھڑی ہوگئی۔''

پھر حضور نبی اکرم ﷺ نے اسے حکم دیا کہ وہ اپنی جگہ واپس چلی جائے۔ یہ واقعہ دیکھ کر قبیلہ بنو عامر کے اس شخص نے کہا: خدا کی قسم! میں کبھی بھی کسی شے میں بھی آپ کی تکذیب نہیں کروں گا جو آپ فرماتے ہیں۔ پھر اس نے برملا اعلان کرکے کہا: اے آلِ عامر بن صعصعہ! اللہ کی قسم! میں انہیں (یعنی حضور نبی اکرم ﷺ کو) آئندہ کسی چیز میں نہیں جھٹلاؤں گا۔(۱)

یہ حدیث مبارکہ ہمیں بتلاتی ہے کہ آقا علیہ السلام نے اس کافر کی بات سن کر غصہ نہیں کیا۔ یہ حضور ﷺ کی سیرت ہے کہ اتنی بڑی بات سن کر غصہ نہیں کیا۔ اور پھر حضور ﷺ نے خود پوچھا کہ چاہو تو معجزہ بھی دکھاؤں۔ اب آقا علیہ السلام کے معجزات کی حقیقت بھی واضح ہوگئی کہ وہ صرف اِجراء نہیں ہوتا تھا دستِ مصطفیٰ ﷺ پر، جب پوچھنا ہے چاہو تو معجزہ دکھاؤں۔ یہ معجزہ بھی حضور نبی اکرم ﷺ کی منشاء پر منحصر تھا۔ یہ آقا علیہ السلام

(۱) ۱۔ ابن حبان، الصحيح، ۱۴: ۴۵۴، رقم: ۶۵۲۳
۲۔ أبو يعلى، المسند، ۴: ۲۳۷، رقم: ۲۳۵۰
۳۔ طبراني، المعجم الكبير، ۱۲: ۱۰۰، رقم: ۱۲۵۹۵

کی یہ پہچان تھی۔ اور یہی حکم اب امت کو دیا گیا۔

ایک قابل توجہ نکتہ

سورۃ آل عمران کی آیت نمبر ۸۱ میں لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ (تو ضرور بالضرور ان پر ایمان لاؤ گے اور ضرور بالضرور ان کی مدد کرو گے) کا جو حکم ایزدی انبیاء کرام علیہم السلام کو دیا گیا اور پھر یہی معرفت کائنات کی ہر شے کو عطا کی گئی۔ یہی معرفت سمجھانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے آقا ﷺ کی امت کو حکم دیا:

فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ.(۱)

’’پس جو لوگ اس (برگزیدہ رسول ﷺ) پر ایمان لائیں گے اور ان کی تعظیم و توقیر کریں گے اور ان (کے دین) کی مدد و نصرت کریں گے اور اس نور (قرآن) کی پیروی کریں گے جو ان کے ساتھ اتارا گیا ہے۔‘‘

جس طرح تمام انبیاء علیہم السلام کو دو تین قسم کے حق پر مامور کیا گیا: ایک یہ کہ حضور ﷺ پر ایمان لانا، دوسرا یہ کہ حضور ﷺ کے دین، مشن اور نبوت و رسالت کی مدد کرنا اور تیسرا حق اپنی اپنی امتوں کو اس کی ترغیب اور حکم دینا۔ اِسی طرح آقا ﷺ کی امت پر جو حضور نبی اکرم ﷺ کی معرفت کے باب میں حق دیے گئے، وہ یہ کہ آقا ﷺ کی امت وہی قابلِ فلاح اور وہی قابلِ نجات ہوگی جو حضور ﷺ سے محبت اور تعظیم و تکریم اور اتباع کا حق ادا کرے گی اور نصرت کرے گی۔

اب بہت سی احادیث اور واقعات بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ اور کتب احادیث صحابہ کی حضور ﷺ سے محبت و تعظیم کے مذکور ہیں۔ لیکن آج کی گفتگو کے اختتامی حصے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے باب میں احادیث سے کچھ ایسے شواہد دینا مقصود ہیں جن کا تذکرہ غالبًا پہلے نہیں ہوا۔ آقا علیہ السلام کے ساتھ اُن کی محبت و تعظیم کے کچھ نئے

(۱) الأعراف، ۷: ۱۵۷

رُخ اور چند نمونے دکھانا چاہتے ہیں۔ ایک اصول کی بات سمجھا دوں۔ بعض لوگ اگر یہ سوال کریں کہ آقا ﷺ کے ادب اور حضور ﷺ کی تعظیم و تکریم کے معیار، اُس کے اصول اور پیمانے کیا ہیں؟ تو یاد رکھیں! ادب اور تعظیم کے لیے ہر چند کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے معیار، پیمانے اور اصول بے شمار دیے ہیں۔ قرآن مجید میں جابجا حضور ﷺ کی تعظیم وتکریم کے پیمانے اور آداب اللہ تعالیٰ نے سکھائے ہیں۔ سورۃ الحجرات کا پہلا پورا باب ہی حضور ﷺ کے ادب و تعظیم و تکریم کے پیمانے اور آدابِ بارگاہِ رسالت مآب ﷺ سکھانے کے لئے وقف ہے۔

محبت تعظیم وتکریم کے پیمانے خود وضع کرتی ہے

پتے کی بات یہ ہے کہ تعظیم وتکریم اور ادب کا اصول کوئی نہیں سکھاتا، محبت خود سکھا دیتی ہے۔ محبت خود تعظیم و تکریم کے پیمانے وضع کر دیتی ہے۔ جتنے پیمانے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہاں تعظیمِ رسول ﷺ، اَدبِ رسول ﷺ، تکریمِ رسول ﷺ کے ملتے ہیں اُن کا کوئی حکم قرآن میں تھا نہ آقا ﷺ کی حدیث میں تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جو جو تعظیم کی ہے، جس جس رنگ سے تعظیم کی ہے اُس کا حکم کہیں نہیں دیا گیا تھا۔

۱۔ صحیح بخاری اور مسلم کی متفق علیہ حدیث ہے۔ حضرت انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ - جو کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے خادمِ خاص تھے - فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے مرض الموت میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے۔ چنانچہ پیر کے روز لوگ صفیں بنائے نماز ادا کر رہے تھے کہ اتنے میں حضور نبی اکرم ﷺ نے حجرۂ مبارک کا پردہ اُٹھایا اور کھڑے کھڑے ہم کو دیکھنے لگے۔ اس وقت حضور نبی اکرم ﷺ کا چہرۂ انور قرآن کے اَوراق کی طرح (تاباں و درخشاں) معلوم ہوتا تھا۔ جماعت کو دیکھ کر آپ ﷺ مسکرائے۔ آپ ﷺ کے دیدار پُر اَنوار کی خوشی میں قریب تھا کہ ہم نماز توڑ دیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خیال ہوا کہ شاید آپ ﷺ نماز کے لیے تشریف لا رہے ہیں۔

فَنَکَصَ أَبُوْ بَکْرٍ عَلَى عَقِبَيْهِ لِيَصِلَ الصَّفَّ وَظَنَّ أَنَّ النَّبِيِّ ﷺ خَارِجٌ إِلَى الصَّلَاةِ. فَأَشَارَ إِلَيْنَا النَّبِيُّ ﷺ: أَنْ أَتِمُّوْا صَلَاتَكُمْ. وَأَرْخَى السِّتْرَ، فَتُوُفِّيَ مِنْ يَوْمِهِ.(۱)

''اِس لئے انہوں نے ایڑیوں کے بل پیچھے ہٹ کر صف میں مل جانا چاہا، لیکن حضور نبی اکرم ﷺ نے ہمیں اشارہ سے فرمایا کہ تم لوگ نماز پوری کرو۔ پھر آپ ﷺ نے پردہ گرادیا اور اُسی روز آپ ﷺ کا وصال ہوگیا۔''

یہ بات ذہن نشین رہے کہ امت اُس وقت تک زندہ رہے گی جب تک اُس کا ایمان زندہ ہوگا، اور ایمان اُس وقت تک زندہ رہے گا جب تک تاجدارِ کائنات ﷺ کے عشق و محبت اور ادب اور تعظیم و تکریم کو امت اپنے ایمان کا مدار بنائے گی۔ محبت اور تعظیم کے بغیر کبھی ایمان، ایمان نہیں بنتا اور اس ادب اور تعظیم و تکریم کے لیے محبت ہی خود اس کے آداب سکھاتی ہے۔ تو جب آقا ﷺ نے پردہ ہٹایا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کس نے کہا کہ حالتِ نماز میں چہرے پھیر کر حضور ﷺ کو تک لو؟ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کس نے کہا کہ

---

(۱) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الأذان، باب أهل العلم والفضل أحق بالإمامة، ۱: ۲۴۰، رقم: ۶۴۸

۲۔ بخاری، الصحیح، کتاب الأذان، باب هل يلتفت لأمر ينزل به، ۱: ۲۶۲، رقم: ۷۲۱

۳۔ بخاری، الصحیح، کتاب التهجد، باب من رجع القهقري في صلاته، ۱: ۴۰۳، رقم: ۱۱۴۷

۴۔ بخاری، الصحیح، کتاب المغازي، باب مرض النبي ﷺ ووفاته، ۴: ۱۶۱۶، رقم: ۴۱۸۳

۵۔ مسلم، الصحیح، کتاب الصلاة، باب استخلاف الإمام إذا عرض له عذر من مرض وسفر وغيرهما من يصلي بالناس، ۱: ۳۱۶، رقم: ۴۱۹

مصلیٰ چھوڑ کر نماز کی حالت میں پیچھے آ جائیں؟ حضور ﷺ کے ادب میں مصلیٰ چھوڑ کے پیچھے آنا کس نے سکھایا؟ کیا حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ ایسا کرو؟ نہیں۔ آقا ﷺ نے اُس دن بھی روک دیا، اندر چلے گئے۔ یہ محبت نے سکھایا تھا۔

۲۔ یہ سہل بن سعد ساعدی کی روایت جو بخاری اور مسلم میں متفق علیہ ہے جس میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نماز پڑھا رہے ہیں اور آقا علیہ السلام کسی قبیلے میں صلح کا معاملہ طے کرانے کے بعد تشریف لائے اور صفیں چیرتے ہوئے آگے پہنچے۔ جب آگے جا رہے ہیں تو صحابہ رضی اللہ عنہم سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ کی آمد کی خبر دینے کے لیے تالیاں بجانے لگ گئے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اُنہیں حالتِ نماز میں تصفیق (تالیاں بجانا) کس نے سکھایا؟ اور جب اُن کو خبر ہوئی تو مُڑ کے دیکھا کہ آقا ﷺ آ گئے ہیں تو مصلیٰ چھوڑ کر پیچھے ہٹنے لگے۔ حالتِ نماز میں یہ کس نے ادب سکھایا؟ ایک سماں بدل گیا۔ آقا ﷺ نے اشارہ فرمایا کہ ابوبکر اپنی جگہ پر کھڑے رہو۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے دعا کی: اے اللہ! تیرا شکر ہے کہ تیرے محبوب نے مجھے اس قابل جانا۔ دعا کر کے مصلیٰ چھوڑ کے واپس آ گئے، رُکے نہیں۔ پھر آقا ﷺ نے آگے بڑھ کر نماز مکمل کرادی اور بعد میں استفسار فرمایا:

يَا أَبَابَكْرٍ! مَا مَنَعَكَ أَنْ تَثْبُتَ إِذْ أَمَرْتُكَ.

”اے ابو بکر! جب میں نے حکم دیا تھا تو تم مصلّہ پر کیوں نہیں ٹھہرے رہے؟“

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

مَا كَانَ لِابْنِ أَبِي قُحَافَةَ أَنْ يُصَلِّيَ بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللهِ![1]

(۱) ا۔ بخاری، الصحیح، کتاب الأذان، باب من دَخَلَ لِيَؤُمَّ النَّاسَ فجاء ـــ

”(یا رسول اللہ!) ابوقحافہ کے بیٹے کی کیا مجال کہ وہ حضور کے سامنے اِمامت کرائے۔“

بتائیں! ادب کا یہ قرینہ کس نے سکھایا؟ قرآن کی کس آیت میں ہے؟ حضور نے کب منع کیا تھا؟ یہ وہ قرینہ ادب تھا جو محبت نے خود سکھا دیا تھا۔

۳۔ صحیح بخاری میں مِسور بن مخرمہ کی روایت ہے۔ جب عروہ اہل مکہ کا نمائندہ بن کر حدیبیہ کے میدان میں جاتا ہے کہ جا کے دیکھوں کہ حضور ﷺ کے صحابہ اور لشکر اسلام کے کیا حال احوال ہیں؟ تا کہ فیصلہ کیا جائے کہ آیا جنگ کریں یا نہ کریں۔ عروہ اس وقت مسلمان نہیں تھا۔ وہ آ کر کہتا ہے کہ خدا کی قسم! اس لشکر سے جنگ نہ کرنا۔ میں نے قیصرِ روم، کسریٰ ِ ایران اور نجاشیِ حبشہ کے دربار بھی دیکھے ہیں، دنیا کے کسی بادشاہ کی اس کے درباری اس طرح تعظیم نہیں کرتے جس طرح اَصحابِ محمد، محمد کی تعظیم کرتے ہیں۔ اللہ کی عزت کی قسم! میں نے آنکھوں سے دیکھا کہ اگر وہ لعابِ دہن پھینکتے ہیں تو ان کے اَصحاب زمین پر نہیں گرنے دیتے، اٹھا کر چہروں پر مل لیتے ہیں۔ اگر وضو کرتے ہیں تو ایک قطرہ زمین پر نہیں گرنے دیتے، چہروں پر مل لیتے ہیں اور جس کو حضور کے پانی کا

...... الإمام الأول فتأخر الأول أو لم يتأخر، ۱: ۲۴۲، رقم: ۶۵۲

۲۔ بخاری، الصحیح، أبواب العمل فی الصلاۃ، باب ما یجوز من التسبیح والحمد فی الصلاۃ للرجال، ۱: ۴۰۲، رقم: ۱۱۴۳

۳۔ بخاری، الصحیح، أبواب العمل فی الصلاۃ، باب التصفیق للنساء، ۱: ۴۰۳، رقم: ۱۱۴۶

۴۔ بخاری، الصحیح، أبواب العمل فی الصلاۃ، باب الأیدی فی الصلاۃ، ۱: ۴۰۷، رقم: ۱۱۶۰

۵۔ بخاری، الصحیح، أبواب السھو، باب الإشارۃ فی الصلاۃ، ۱: ۴۱۴، رقم: ۱۱۷۷، ۲۵۴۴، ۲۵۴۷، ۶۷۶۷

قطرہ نہیں ملتا وہ لوگوں کے گیلے ہاتھوں سے ہاتھ رگڑ کے چہرے پہ مل لیتا ہے۔(۱)

اگر آقا ﷺ اپنی حجامت کرواتے ہیں تو بال نیچے نہیں گرنے دیتے اٹھا کے سنبھال لیتے ہیں۔ نگاہیں جھکائے رکھتے ہیں۔ اس طرح بیٹھتے ہیں جیسے ساکت و صامت سر پہ پرندے ہیں۔ جب اُن کے ادب کا یہ عالم ہے تو اُن کے جذبہ ایمانی کی کیفیت کیا ہوگی کہ ان کے ساتھ کبھی جنگ لڑنے کی کوشش نہ کرنا۔

۴۔ عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کو کس نے سکھایا؟ اُسی حدیبیہ کے موقع پر حضور ﷺ نے انہیں مذاکرات کے لیے بھیجا تو کفارِ مکہ نے انہیں پیش کش کی کہ تم طوافِ کعبہ کر لو مگر حضور ﷺ کو اجازت نہیں۔ وہ چھ سال بعد کعبہ کے صحن میں کھڑے تھے مگر عثمان غنی رضی اللہ عنہ کعبہ صحن سے طواف کیے بغیر مڑ آئے اور کہا:

كُنْتُ لَا أَطُوْفُ بِهِ حَتَّى يَطُوْفَ بِهِ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ.(۲)

’’اللہ کی قسم! میں اس وقت تک طواف نہیں کروں گا جب تک رسول اللہ ﷺ

٦۔ مسلم، الصحيح، كتاب الصلاة، باب تقديم الجماعة من يصلي بهم إذا تأخر الإمام، ١: ٣١٦، رقم: ٤٢١

(١) ١۔ بخاري، الصحيح، كتاب الشروط، باب الشروط في الجهاد والمصالحة مع أهل الحرب و كتابة، ٢: ٩٧٤، رقم: ٢٥٨١

٢۔ أحمد بن حنبل، المسند، ٤: ٣٢٩

٣۔ ابن حبان، الصحيح، ١١: ٢١٦، رقم: ٤٨٧٢

٤۔ طبراني، المعجم الكبير، ٢٠: ٩، رقم: ١٣

٥۔ بيهقي، السنن الكبرى، ٩: ٢٢٠

(٢) ١۔ بيهقي، السنن الكبرى، ٩: ٢٢١

٢۔ أبو المحاسن، معتصر المختصر، ٢: ٣٦٩

٣۔ قاضي عياض، الشفاء، ٢: ٥٩٣

طواف نہیں کر لیتے۔‘‘

اور پھر احترامِ مصطفیٰ ﷺ میں بغیر طواف کیے پلٹ کر حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں آ گئے۔ کس نے سکھایا یہ ادب؟ کیا کہیں حضور ﷺ کے بغیر طواف کرنا منع تھا؟

۵۔ پھر علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کو کس نے سکھایا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے عصر کی نماز نہیں پڑھی کیونکہ حضور ﷺ جھولی میں سرِ انور رکھ کر لیٹے ہیں حالاں کہ غروبِ آفتاب کے باعث نماز کا وقت بھی جا رہا ہے۔[۱] کس نے سکھایا کہ نماز قربان کردو مگر حضور ﷺ کو بے آرام نہ کرو؟ یہ سارے آدابِ تعظیم و تکریم محبت سکھاتی تھی، عشق سکھاتا تھا۔

۶۔ اور پھر صحابہ کا کتنا لطیف ادب اور تعظیم و تکریم کا کتنا لطیف حال تھا۔ حضرت قیس بن مخرمہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں اور حضور نبی اکرم ﷺ عام الفیل میں پیدا ہوئے۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے بنی یعمر بن لیث کے بھائی قباث بن اشیم سے پوچھا: آپ بڑے ہیں یا حضور نبی اکرم ﷺ بڑے ہیں؟ تو انہوں نے کہا:

رَسُوْلُ اللهِ ﷺ أَكْبَرُ مِنِّي وَأَنَا أَقْدَمُ مِنْهُ فِي الْمِيْلَادِ.[۲]

’’رسول اللہ ﷺ مجھ سے بڑے ہیں اور میری تو (صرف) ولادت پہلے ہے۔‘‘

اب ایک تذکرہ عمر میں سالوں کی بات ہو رہی ہے کہ بڑا کون ہے۔ کون پہلے

(۱) طبرانی، المعجم الکبیر، ۲۴: ۱۴۷، رقم: ۳۹۰

(۲) ۱۔ ترمذی، السنن، کتاب المناقب، باب ما جاء في ميلاد النبی ﷺ، ۵: ۵۸۹، رقم: ۳۶۱۹

۲۔ حاکم، المستدرک، ۳: ۷۲۴، رقم: ۶۶۲۴

۳۔ طبرانی، المعجم الکبیر، ۱۹: ۳۷، رقم: ۷۵

۴۔ شیبانی، الآحاد والمثانی، ۱: ۴۰۷، رقم: ۵۶۶

پیدا ہوا۔ مگر اُس میں بھی لفظ بڑا استعمال کرنے کی اُن کا ادب اجازت نہیں دیتا۔ یہ سلیقہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سکھا رہے ہیں۔ اور یہ صرف روز مرہ کی گفتگو ہے لیکن اس میں احتراماً بڑائی اور عظمت کی ہر نسبت حضور نبی اکرم ﷺ کی طرف ہی کی گئی ہے۔

۷۔ امام ابن عساکر اور ابن نجار بیان کرتے ہیں کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ جو حضور ﷺ کے چچا ہیں، آپ رضی اللہ عنہ سے بھی یہ سوال پوچھا گیا:

أَيُّمَا أَكْبَرُ أَنْتَ أَمِ النَّبِيُّ ﷺ؟

''کون بڑا ہے: آپ یا حضور نبی اکرم ﷺ؟''

تو انہوں نے فرمایا:

هُوَ أَكْبَرُ مِنِّي وَأَنَا وَلِدْتُ قَبْلَهُ.(۱)

''حضور نبی اکرم ﷺ مجھ سے بڑے ہیں اور میری تو (صرف) پیدائش آپ ﷺ سے پہلے ہوئی ہے۔''

کتنے صحابہ سے ایک سوال مختلف مواقع پر ہوا ہے مگر کسی ایک صحابی نے بھی بڑے ہونے کی اتنی بات کی نسبت بھی اپنی طرف حضور ﷺ کے مقابلہ میں گوارا نہیں کی۔ یہ کتنا لطیف ادب ہے! اُن کے ایمان کا عالم کیا ہے! اس کو امام احمد بن حنبل نے بھی روایت کیا اور اپنی تاریخ میں ابن عساکر نے بھی روایت کیا۔

۸۔ پھر آگے اس سے لطیف بات جسے عبد بن فیروز روایت کرتے ہیں کہ جب براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ قربانی کے جو جانور ہیں ان میں سے کون کون سے ہیں جو جائز نہیں؟ اب وہ جواب میں یہ بتانا چاہ رہے ہیں کہ آقا ﷺ منبر پہ قیام فرما تھے

(۱) ۱۔ حاکم، المستدرک، ۳: ۳۶۲، رقم: ۵۳۹۸

۲۔ ابن أبي شيبة، المصنف، ۵: ۲۹۶، رقم: ۲۶۲۵۶

۳۔ شیبانی، الآحاد والمثانی، ۱: ۲۶۹، رقم: ۳۵۰

حضور ﷺ نے اس طرح چار انگلیوں کا اشارہ کر کے فرمایا کہ یہ چار جانور یعنی فلاں فلاں فلاں فلاں کی قربانی جائز نہیں۔ وہ حدیث دوبارہ بیان کر رہے ہیں۔ انہوں نے آقا ﷺ کی حدیث سنانے کے لیے ہاتھ اٹھائے اور ساتھ ہی براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ وہ فرماتے ہیں کہ یہ جو انگلیوں کا اشارہ کر دیا آقا ﷺ نے بھی ایسے کیا تھا۔ لیکن میری انگلیاں چھوٹی ہیں۔ یہ جملہ کہا کہ آقا ﷺ نے فرمایا تھا کہ یہ یہ چار جانور ناجائز ہیں۔ چونکہ انگلیوں کی ایک شکل بن رہی تھی اُسی طرح جس طرح آقا علیہ السلام نے چار انگلیاں کھڑی کر کے بتایا تھا دیکھا کہ ایک مماثلت بن رہی ہے تو اُس مماثلت کی نفی کے لیے کہہ دیا کہ میری انگلیاں اُن جیسی نہیں ہیں۔(۱)

آپ اندازہ کریں کہ ایک عام گفتگو اور تبادلہ خیال ہے۔ اُس میں نہ مماثلت ثابت ہے نہ مساوات، نہ بے ادبی اور گستاخی ہو رہی ہے مگر جہاں ہلکا سا شائبہ بھی مماثلت کا نظر آتا ہے وہاں بھی وہ سوء ادب سمجھتے ہیں۔ اور ایک جملہ اِضافتاً کہہ کر اپنی محبت اور ادب کا اظہار کرتے ہیں۔

۹۔ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ شہادت کے قریب کے زمانے میں فرمانے لگے۔ اپنا ہاتھ دکھا کر کہ خدا کی قسم! دیکھو میرا ہاتھ، میں نے آقا ﷺ کے دستِ اقدس پر بیعت کی تھی اور جس دن سے حضور ﷺ کے دست اقدس میں اپنا دایاں ہاتھ دے کر بیعت کی وہ دن اور آج کا دن، مگر آج کے دن تک میں نے غسل اور طہارت کے لیے بھی اِسے استعمال نہیں کیا کہ یہ ہاتھ حضور ﷺ کے ہاتھ سے مس ہوا تھا۔(۲)

آپ بتائیں کہیں قرآن میں ایک شق بھی ہے؟ کہیں حدیث میں ہے؟ کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہو کہ یہ آداب ملحوظ رکھے جائیں۔ اس درجے کے لطیف آداب تعظیم

---

(۱) ۱۔ نسائی، السنن، کتاب الضحایا، ۷: ۲۱۴، رقم: ۴۳۶۹

۲۔ ابن ماجہ، السنن، کتاب الأضاحی، ۲: ۱۰۵۰، رقم: ۳۱۴۴

(۲) طبرانی، المعجم الکبیر، ۱: ۸۵، رقم: ۱۲۴

وتکریم کے کون سکھاتا تھا؟ یہ محبت خود سکھاتی تھی۔ محبت جو عشق کی استاد ہے۔

۱۰۔ بخاری شریف کی حدیث ہے حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ مجھے غسل کی حاجت تھی اور میں ایک گلی میں جا رہا تھا، آگے اتفاق سے آقا ﷺ کی نشست تھی تو میں وہیں سے مڑ کے کسی اور راستے پر چلا گیا۔ چونکہ اب وہاں بیٹھنا تھا اس لیے گھر جا کر غسلِ طہارت کیا۔ اُس کے بعد پہنچے تو آقا علیہ السلام نے پوچھا کہ ابو ہریرہ تم نظر نہیں آئے، دیر سے آئے ہو، کہاں تھے؟ عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نے ابھی غسل کرنا تھا۔ میں پانی کی تلاش میں تھا تو آگے اتفاق سے نشست دیکھی تو کسی اور راستے کو مڑ گیا تاکہ غسل اور وضو کروں تو پھر آؤں۔[(۱)]

آقا علیہ السلام کی مجلس میں یا آقا علیہ السلام جس راستے سے گزر رہے ہیں اُن کے سامنے سے گزرنا گوارا نہیں کیا کہ اِس حال میں آقا ﷺ کی نگاہ نہ پڑے۔

۱۱۔ المواہب اللدنیۃ میں اسی طرح کی روایت ہے کہ ایک صحابی اصلح بن شریک رضی اللہ عنہ کی ڈیوٹی یہ تھی کہ جب آقا ﷺ نے کہیں سفر پر جانا ہوتا تو وہ آقا علیہ السلام کی اونٹنی پر کجاوہ لگاتے تھے۔ اُن کی اس دن ڈیوٹی تھی۔ علی الصبح آقا علیہ السلام نے سفر پر جانا تھا انہوں نے غسل کرنا تھا، بیمار تھے، صحت اچھی نہیں تھی، پانی موجود نہیں تھا یا بہت ٹھنڈا پانی تھا۔ بخار کی حالت میں پریشان تھے۔ آقا علیہ السلام کے سفر کا وقت شروع ہو گیا تو انہوں نے اونٹنی پر کجاوہ نہیں لگایا بلکہ ایک اور صحابی کو ذمہ داری سونپ دی اور خود تیزی سے غسل اور وضو کر کے قافلے سے مل گئے۔ آقا علیہ السلام نے پوچھا: اصلح بن شریک! کیا بات ہے آج تم نے کجاوہ نہیں باندھا؟ عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کو کیسے پتہ چلا؟ آقا علیہ السلام نے فرمایا: کجاوہ اُس طرح نہیں کسا گیا جیسے تو کیا کرتا ہے۔ اُنہوں نے عرض کیا: آقا! میں نے غسل کرنا تھا اور میری طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔ میں نے دوسرے صحابی کو یہ کام کرنے کے لیے بھیجا۔ آقا علیہ السلام کو اس کے ادب کا یہ انداز اتنا پسند آیا کہ اُسی لمحے اللہ نے تیمّم کی

---

(۱) صحیح بخاری، کتاب الغسل، ۱: ۱۰۹، رقم: ۲۸۱

آیت بھیج دی۔ کہ اگر آپ بیمار ہیں، مریض ہیں اور آپ وضو نہیں کرسکتے، تو آپ تیمّم کرلیا کریں، یہ آیت جو امت کو بطورِ نعمت نصیب ہوئی وہ اصلح بن شریک کے ادبِ مصطفیٰ ﷺ کے صدقے سے نصیب ہوئی۔ (۱)

محبت خود ادب اور تعظیم و تکریم کے آداب ایجاد کرلیتی ہے۔ اور آقا ﷺ نے پھر اپنی سنت کے ساتھ اپنی حیاتِ طیبہ میں اس کے راستے متعین کیے۔ ادب، تعظیم و تکریم اور محبت بنیادِ ایمان ہے اور یہی سنتِ رسول ﷺ ہے۔ یہ سارے آداب تعظیم و تکریم کے طریقے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے وضع کئے ہیں اُن کی اصل اور اساس حضور ﷺ کی سنت ہے۔

۱۲۔ حدیث پاک میں ہے کہ آقا ﷺ فرماتے ہیں۔ سنن ابی داؤد میں یہ حدیث آئی ہے، کتاب الحدود، حدیث نمبر ہے ۴۴۴۹۔ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہود کا ایک گروہ تھا۔ اُن کی مدینہ کے قریب ایک بستی تھی جس میں بدکاری کا ایک واقعہ ہوا۔ وہ آقا ﷺ کی بارگاہ میں آئے اور انہوں نے کہا کہ ہمارے ہاں تشریف لائیے اور مقدمہ کی سماعت کرکے بدکاری کی سزا جاری فرمائیے۔ آقا علیہ السلام تشریف لے گئے، یہودیوں نے آپ ﷺ کے لیے مسند بچھا دی۔ آپ ﷺ مسند پہ تشریف فرما ہوئے۔ بدکاری کا مقدمہ پیش ہوا۔ انہوں نے پوچھا: اس کی سزا کیا ہے؟ آقا ﷺ نے فرمایا: تورات لے آؤ۔ اب دیکھیے اسلام کتنا پر امن مذہب ہے! کتنی وسعت ہے دین میں! اپنے اسلام اور قرآن کی سزا نافذ نہیں کی۔ یہود سے فرمایا: جو تمہاری کتاب تورات کا قانون ہے وہی تم پر نافذ کروں گا۔ آپ کے حکم سے تورات لائی گئی۔ اب یہ وہی تورات تھی جس کے لیے قرآن میں جابجا آیا کہ کہ اُس کے اندر تحریف کردی گئی، الفاظ بدل دیے گئے۔ یہ تحریف شدہ تورات تھی، اصل تورات جو موسیٰ علیہ السلام پہ نازل ہوئی اس کا ذکر تو قرآن میں ہے مگر ان کے ہاں وہی تورات تھی جو بدل دی گئی تھی۔ مگر جب وہ تورات

(۱) طبرانی، المعجم الکبیر، ۱: ۲۹۸، رقم: ۸۷۵

لائی گئی تو آقا ﷺ تورات کو دیکھ کر مسند سے اٹھ گئے۔ اب آقا علیہ السلام سلیقے اور قرینے سکھا رہے ہیں، تورات کو دیکھ کر اٹھ گئے۔ اُس مسند سے اٹھ کر فرمایا: اس تورات کو اِس مسند پر رکھ دو خود اٹھ گئے اور تورات ایک مسند پر رکھ دی۔ حدیث کے لفظ ہیں:

فَنزَعَ الوِسَادَةَ مِنْ تَحْتِهِ، وَوَضَعَ التَّوْرَاةَ عَلَيْهَا وَقَالَ: آمَنْتُ بِکَ وَبِمَنْ أَنْزَلَکَ.(۱)

''اپنے نیچے سے جو مسند تھی وہ نکال دی اور اُس کے اوپر تورات رکھ دی، اور تورات کو خطاب کر کے فرمایا: اے تورات! میں تجھ پر ایمان رکھتا ہوں اور جس نے تجھے نازل کیا اُس رب پر ایمان رکھتا ہوں۔''

وہ تورات جو تحریف شدہ ہے، ترمیم شدہ ہے، مگر چونکہ وحی الٰہی تھی۔ سارا کچھ تو نہیں بدل گیا تھا کچھ نہ کچھ تو اس میں تھا۔ وہ چند کلمات تورات میں بچ گئے تھے۔ صاحبِ قرآن پیغمبر، اللہ کی اُس وحی کے چند کلمات کی بھی تعظیم کر کے اسے مسند پر رکھ رہے ہیں۔

تو آقا ﷺ نے ادب کے یہ طریق سکھائے تھے کہ دوسرے کے دین و مذہب کا احترام کرو چاہے اس میں تحریف اور تبدیلیاں ہی کیوں نہ ہو چکی ہوں۔

پھر آقا ﷺ نے ایک یہودی عالم کو بلا کر اس سے فرمایا: پڑھو، رجم کی سزا کیا لکھی ہے؟ آقا ﷺ تورات کے عالم سے احکام پڑھوا کے سنانا چاہتے تھے۔ تو جب اس نے پڑھا تو اس میں رجم کی سزا وہی تھی جو تاجدارِ کائنات ﷺ اپنی امت کو بتا چکے تھے۔ تو فرمایا: میں وہ سزا سناتا تو تم کہتے کہ اسلام کی سزا نافذ کر رہا ہوں۔ اس لئے تورات منگوائی، یہودی عالم بلوایا اور اس سے پڑھوا کر آقا علیہ السلام نے رجم کی سزا دے دی۔

۱۳۔ اور دوسرا بڑا عجیب واقعہ جو آقا علیہ السلام کی سنتِ ادب سے ثابت ہوتا ہے وہ مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے۔ امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں اور کنز العمال میں جابر

(۱) ابو داؤد، السنن، کتاب الحدود، ۴: ۱۵۵، رقم: ۴۴۴۹

بن عبد اللہ روایت کرتے ہیں کہ جب مکہ فتح ہوا اور فتحِ مکہ کے دن آقا علیہ السلام حرم کعبہ میں داخل ہوئے جہاں ۳۶۰ بت تھے جن کی پوجا کی جاتی تھی تو حضور نبی اکرم ﷺ نے بتوں کو گرا دینے کا حکم دیا۔ بت گراتے جاتے اور فرماتے جاتے:

وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ط اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ○ (۱)

’’اور فرما دیجئے: حق آ گیا اور باطل بھاگ گیا، بے شک باطل نے زائل و نابود ہی ہو جانا ہے ○‘‘

چھڑی کا اشارہ کرتے اور بت گرتے جاتے۔ بتوں کو گراتے ہوئے کعبہ میں تشریف لے گئے جہاں مزید بت رکھے ہوئے تھے۔

ثُمَّ دَخَلَ رَسُوْلُ اللهِ الْبَيْتَ فَصَلّٰى فِيْهِ رَكْعَتَيْنِ، فَرَأَى فِيْهِ تِمْثَالَ إِبْرَاهِيمَ وَ إِسْمَاعِيلَ وَ إِسْحَاقَ. (۲)

’’پھر کعبۃ اللہ کے اندر داخل ہوئے تو آقا ﷺ نے دو رکعت نماز ادا کی۔ پس اندر آقا علیہ السلام نے دیکھا کہ سیدنا ابراہیم، سیدنا اسماعیل اور سیدنا اسحاق علیہم السلام کے بھی (بت اور) تصویریں رکھی ہوئی ہیں۔‘‘

آقا علیہ السلام نے انہیں پہچان لیا اور پہچان لینے کے بعد انہوں نے دیکھا کہ ان کے ہاتھ میں تیر دیئے ہوئے تھے جس سے وہ قسمتوں کا حال معلوم کرتے تھے۔ یہ اُن کفارِ مکہ کے اپنے مشرکانہ عقائد تھے۔ ہر بت کو چھڑی سے گرایا۔ یہ بھی بت تھے جو شریعت میں حرام تھے۔ شریعت اور اسلام ان کو گوارا نہیں کرتا مگر سارے حقائق جاننے کے باوجود چونکہ وہ اسماء انبیاء علیہم السلام پر بنائے گئے تھے ان کو چھڑی سے نہیں گرایا۔ ہر بت کو چھڑی سے مگر سیدنا ابراہیم علیہ السلام سیدنا اسماعیل علیہ السلام اور سیدنا اسحاق علیہ السلام کے جو بت اور تمثال تھے

(۱) بنی اسرائیل، ۱۷: ۸۱

(۲) ابن ابی شیبۃ، المصنف، ۷: ۴۰۳، رقم: ۳۶۹۰۵

ان کے بارے میں حکم فرمایا:

ثُمَّ دَعَا رَسُوْلُ اللهِ بِزَعْفَرَانَ فَلَطَخَهُ بِتِلْكَ التَّمَاثِيْل.

پھر رسول اللہ ﷺ نے زعفران منگوایا اور زعفران پانی میں حل کر کے ان کے اوپر زعفران لگا دیا تا کہ ان کی پہچان نہ رہے۔

یہ مشرکانہ عقائد کی علامتیں تھیں مگر چونکہ اُن کی انبیاء کرام علیھم السلام کے نام کی طرف نسبت تھی ان کو بھی چھڑی سے گرانا گوارا نہیں کیا۔

۱۴۔ مصنف عبد الرزاق کی ایک روایت میں ہے، امام ابن ابی حاتم اور امام طبری بیان کرتے ہیں۔ سراقہ بن مالک نے رفع حاجت کے بارے میں پوچھا: یا رسول اللہ! رفع حاجت کے وقت کیا کروں؟ کس طرف رُخ کروں؟ اِسی طرح صحیح بخاری میں حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِذَا أَتَيْتُمُ الْغَائِطَ فَلَا تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَةَ وَلَا تَسْتَدْبِرُوهَا، وَلٰكِنْ شَرِّقُوا أَوْ غَرِّبُوا. (۱)

”جب تم قضاے حاجت کے لیے جاؤ تو قبلہ کی طرف رُخ کرو نہ پشت کرو بلکہ مشرق یا مغرب کو منہ کرو۔“

اب اڑھائی سو میل دور بیٹھے ہیں مدینہ میں، تو آقا ﷺ نے فرمایا: کہ رفع حاجت جب کرنے کے لئے بیٹھو تو سیکڑوں میل دور ہی کیوں نہ ہو، قبلہ کی سمت کبھی منہ نہ کریں۔

وہ کعبہ جو نگاہوں کے سامنے نہیں ہے۔ رفع حاجت کے وقت سیکڑوں میل دور

---

(۱) بخاری، الصحیح، ابواب القبلة، بَاب قِبْلَةِ اهلِ الْمَدِينَةِ وَأَهْلِ الشَّأْمِ، ۱: ۱۵۴، رقم: ۳۸٦

اس کی سمت کا ادب ہے حتی کہ اسلامی فقہ میں کعبہ کی طرف منہ کر کے تھوکنا بھی منع ہے۔ سیکڑوں میل دور کعبہ کی طرف منہ کر کے تھوکنا منع ہے یعنی جس سمت قابل ادب وجود ہے اس کی سمت کا بھی احترام اور ادب ہے۔ آقا ﷺ نے ادب و تعظیم کا یہ معیار عطا کیا تھا اور یہی معیار محبت کا تھا۔ اسی معیارِ ادب کو صحابہ کرام نے سامنے رکھا۔ اس کو جاری کیا اور یہی معیار ادب اور معیار تعظیم اپنا لیا گیا۔

اَئمہ و اَسلاف کا ادب و تعظیمِ مصطفیٰ ﷺ

تابعین اور تبع تابعین، اَئمہ و اَکابرینِ اسلام، اَعلامِ اُمت الغرض تمام اسلاف کا عقیدہ بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طرز عمل پر مبنی ہے۔ یہی طریقہ تابعین اور تبع تابعین نے اختیار کیا اور امام مالک اور دیگر ائمہ و اولیاء نے بھی۔

۱۔ قاضی عیاض الشفا میں اس کو اپنی سند کے ساتھ تحقیق سے روایت کرتے ہیں، ایک دفعہ خلیفہ اور بادشاہِ وقت ابو جعفر المنصور مسجد نبوی میں آیا۔ وہ تھوڑی اونچی آواز سے بات کرنے لگا۔ امام مالک رضی اللہ عنہ پاس کھڑے تھے۔ فرمایا: اے خلیفہ وقت!

لا ترفع صوتک في هذا المسجد.

”یہ مسجد نبوی ہے اس میں آواز بلند نہ کرنا۔“

اب عام مسجد بھی اللہ تعالیٰ کا گھر ہے، مگر فرمایا: اس مسجد میں آواز بلند نہ کرنا۔

فإن اللہ عزوجل أدّب قوما: ﴿لَا تَرۡفَعُوٓاْ أَصۡوَٰتَكُمۡ فَوۡقَ صَوۡتِ ٱلنَّبِيِّ﴾[1].

اللہ تعالیٰ نے اُمت کو ادبِ مصطفیٰ ﷺ کا یہ درس دیا ہے: خبردار! اپنی آوازیں مصطفیٰ ﷺ کی آوازوں سے اونچی نہ کرنا۔

(۱) الحجرات، ۴۹: ۲

آقا ﷺ کا وصال بھی ہو گیا مگر بعد از وصال بھی حضور ﷺ کا ادب ویسے ہی ہے جو ظاہری حیات میں تھا۔

امام مالک ؓ نے ادب سکھاتے ہوئے یہ فرمایا۔ جس قوم نے اپنی آوازیں ادبِ مصطفیٰ ﷺ میں پست کر لیں، اللہ نے ان کی مدح اور تعریف کی۔ پھر یہ آیت تلاوت کی:

اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰی. (۱)

’’بے شک جو لوگ رسول اللہ (ﷺ) کی بارگاہ میں (ادب و نیاز کے باعث) اپنی آوازوں کو پست رکھتے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے تقویٰ کے لیے چُن کر خالص کر لیا ہے۔‘‘

گویا تقویٰ، ادب و تعظیمِ رسالت مآب ﷺ سے نصیب ہوتا ہے۔ اور پھر فرمایا: جنھوں نے حضور ﷺ کی بے ادبی کی اللہ تعالیٰ نے اُن کی مذمت کی ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَکَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَکْثَرُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَo (۲)

’’بے شک جو لوگ آپ کو حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں سے اکثر (آپ کے بلند مقام و مرتبہ اور آدابِ تعظیم کی) سمجھ نہیں رکھتےo‘‘

خلیفہ ابوجعفر منصور کو یہ آیات سنا کر نصیحت کی گئی۔ (۳)

۲۔ اس کے بعد خلیفہ نے پوچھا کہ اب دعا کا وقت ہے۔ اے امام مالک! بتائیے کیا میں دعا حضور ﷺ کی قبر انور کی طرف چہرہ کر کے کروں یا ادھر پشت کر کے قبلہ رُخ

(۱) الحجرات، ۴۹: ۳

(۲) الحجرات، ۴۹: ۴

(۳) قاضی عیاض، الشفاء: ۵۲۰

ہو کر دعا کروں؟ امام مالکؒ نے جواب دیا:

لم تصرف وجهک عنه وهو وسليتک ووسيلة أبيک آدم إلی الله يوم القيامة.[1]

”تم اُس ہستی سے اپنا چہرہ کیوں پھیرتے ہو جو تمہارا بھی وسیلہ ہے اور تمہارے باپ حضرت آدم علیہ السلام کا بھی قیامت تک وسیلہ ہے۔“

آپ اندازہ کریں اُن کے یہ آداب حضور نبی اکرم ﷺ کے وصال کے بعد تھے۔

۳۔ حضرت ایوب السختیانی ایک امام جلیل القدر راوی ہیں۔ اکثر کتب حدیث میں ان سے روایات مروی ہیں۔ وہ امام مالک کے شیوخ اور آپ کے اساتذہ میں تھے۔ امام مالک سے پوچھا گیا کہ ان کا درجہ حدیث میں کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: خدا کی قسم! میں نے جتنے شیوخ اور اساتذہ سے حدیث روایت کی ہے۔ میں نے ایوب السختیانی سے بہتر اور افضل کوئی شخص نہیں پایا۔ پوچھا گیا: ان کی فضیلت کا سبب کیا ہے؟ فرمانے لگے:

حج حجتين، فکنت أرمقه ولا أسمع منه، غير أنه کان إذا ذکر النبی ﷺ بکی حتی أرحمه، فلما رأيت منه ما رأيت، وإجلاله للنبی ﷺ کتبت عنه.[2]

میں ان کے پاس رہتا تھا اور میں نے ان کے ساتھ دو حج کئے۔ وہ حدیث بیان کرتے۔ میں پہلے نہیں لکھتا تھا۔ لیکن خدا کی قسم! میں نے دیکھا ہے کہ جب بھی تاجدار کائنات ﷺ کا ذکر آتا، آپ ﷺ کا نام سنتے، اُن کی آنکھیں چھم چھم حضور ﷺ کے عشق میں رونے لگ جاتیں۔ وہ اتنا روتے کہ ان کی حالتِ زار پر ہمیں

---

(۱) قاضی عیاض، الشفاء: ۵۲۰

(۲) قاضی عیاض، الشفا: ۵۲۱

رحم آ جاتا۔ جب میں نے انہیں حضور ﷺ کے عشق میں اتنا غرق دیکھا تو اللہ تعالیٰ کی عزت کی قسم! حضور ﷺ کی اِسی تعظیم اور عشق کو دیکھ کر میں نے ان سے حدیث لکھنا شروع کی۔ تو میں نے جو ان سے حدیث روایت کی اس کا سبب بھی ان کا عشق اور تعظیم مصطفیٰ ﷺ ہے۔

۴۔ حضرت مصعب بن عبد اللہ جلیل القدر تابعین میں سے ہیں۔ حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب کبھی ان کے سامنے حضور ﷺ کا ذکر ہو جاتا، ان کا رنگ تبدیل ہو جاتا، زار و قطار رونے لگ جاتے، اتنا روتے کہ ان کی حالت غیر ہو جاتی حتی کہ لوگ اُنہیں اِسی حالت میں چھوڑ کر چلے جاتے۔ مگر حضور ﷺ کا نام اور ذکر سن کر ان کا گریہ و بکا نہ رکتا۔ (۱)

۵۔ مصعب بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ بیشک میں نے امام جعفر بن محمد الصادق کو دیکھا ہے۔ حالانکہ

وكان كثير الدعابة والتبسم، فإذا ذكر عنده النبي ﷺ اصفرّ. (۲)

''وہ انتہائی خوش مزاج اور ظریف الطبع تھے۔ لیکن جب بھی ان کے سامنے حضور نبی اکرم ﷺ کا ذکرِ جمیل کیا جاتا تو ان کا چہرہ زرد ہو جاتا تھا۔''

۶۔ حضرت عبد الرحمن بن قاسم بن محمد بن ابی بکر کے بارے میں قاضی عیاض ؒ روایت کرتے ہیں کہ جب کبھی مجلس میں حضور ﷺ کا ذکر ہو جاتا تو خدا کی قسم ان کے چہرے کا رنگ اس طرح ہو جاتا کہ جیسے کسی نے خون نچوڑ لیا ہو اور زبان گنگ ہو جاتی۔ ان کی زبان سے حضور ﷺ کے عشق اور محبت اور ہیبت، ہیبت و جلال محمدی میں کوئی کلمہ نہیں نکلتا تھا۔ (۳)

---

(۱) قاضی عیاض، الشفا: ۵۲۱

(۲) قاضی عیاض، الشفا: ۵۲۱

(۳) قاضی عیاض، الشفا: ۵۲۲

۷۔ قاضی عیاضؒ مزید فرماتے ہیں: میں نے عامر بن عبد اللہ بن زبیر کو دیکھا کہ اگر حضور ﷺ کا ذکر ہو جاتا تو نام سن کر زار و قطار رو پڑتے اور چیخ نکل جاتی۔[۱]

۸۔ قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں: میں نے امام زہری کو دیکھا کہ جب آقا ﷺ کا ذکر آ جاتا ان کی حالت اتنی غیر ہو جاتی کہ سامنے بیٹھے ہوئے دوست کو بھی پہچان نہ سکتے اور نہ کوئی ان کو پہچان سکتا کہ یہ امام زہری ہیں۔[۲]

۹۔ قاضی عیاض فرماتے ہیں: میں نے امام صفوان بن سلیم کو دیکھا کہ آقا ﷺ کا ذکر ہوتا تو نام سنتے ہی ان کی چیخ و پکار نکل جاتی، اتنا روتے کہ آہ و بکا کی آواز بلند ہو جاتی تھی۔[۳]

۱۰۔ قاضی عیاض، امام ابن سیرین کے بارے میں فرماتے ہیں: وہ کثیر التبسم تھے، مسکرانا ان کا معمول تھا مگر ادھر آقا ﷺ کی حدیث بیان کرنے کا وقت آتا تو سارا جسم لرزا براندام ہو جاتا اور کانپنے لگ جاتے۔[۴]

۱۱۔ امام مالکؒ کے محبت و ادب کے بارے میں قاضی عیاضؒ نقل کرتے ہیں:

قال مطرف: كان إذا أتى الناس مالكاً خرجت إليهم الجارية وتقول لهم: يقول لكم الشيخ: تريدون الحديث أو المسائل؟ فإن قالوا: المسائل. خرج إليهم، وإن قالوا: الحديث. دخل مغتسله، واغتسل وتطيب، ولبس ثياباً جدداً، ولبس ساجه وتعمم، ووضع على رأسه رداء، وتلقى له منصة، فيخرج فيجلس

(۱) قاضی عیاض، الشفا: ۵۲۲
(۲) قاضی عیاض، الشفا: ۵۲۲
(۳) قاضی عیاض، الشفا: ۵۲۲
(۴) قاضی عیاض، الشفا: ۵۲۲

عليها وعليه الخشوع، ولا يزال يبخر بالعود حتى يفرغ من حديث رسول الله ﷺ قال: ولم يكن يجلس على تلك المنصة إلا إذا حدث عن رسول الله ﷺ.

قال ابن أبي أويس: فقيل لمالك في ذلك، فقال: أحب أن أعظم حديث رسول الله ﷺ، ولا أحدث به إلا على طهارة متمكناً. وقال: وكان يكره أن يحدث في الطريق، أو وهو قائم، أو مستعجل. وقال: أحب أن أفهم حديث رسول الله ﷺ.(۱)

''مُطَرِّف فرماتے ہیں کہ جب لوگ حضرت امام مالکؒ کے پاس آتے تو پہلے آپ کی خادمہ آتی اور ان سے کہتی کہ حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ نے دریافت فرمایا ہے کہ کیا تم حدیث کی سماعت کرنے آئے ہو یا مسئلہ دریافت کرنے؟ اگر وہ کہتے کہ مسئلہ دریافت کرنے آئے ہیں تو آپ فوراً باہر تشریف لے آتے اور اگر وہ کہتے کہ حدیث کی سماعت کرنے آئے ہیں تو آپ (اہتماماً) پہلے غسل خانہ جاتے، غسل کرتے، خوشبو لگاتے اور عمدہ لباس پہنتے۔ عمامہ باندھتے، پھر اپنے سر پر چادر لپیٹتے، تخت بچھایا جاتا پھر آپ باہر تشریف لاتے اور اس تخت پر جلوہ افروز ہوتے۔ اس طرح پر کہ آپ پر انتہائی عجز و انکساری طاری ہوتی جب تک درس حدیث سے فارغ نہ ہوتے برابر اَگر کی خوشبو سلگائی جاتی رہتی۔ دیگر راویوں نے کہا کہ اس تخت پر آپ جب ہی تشریف فرما ہوتے جبکہ آپ کو حدیث رسول ﷺ بیان کرنی ہوتی۔

''حضرت ابن ابی اویسؒ کہتے ہیں کہ اس بارے میں حضرت امام مالکؒ سے کسی نے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: ''میں اسے بہت محبوب رکھتا ہوں

(۱) قاضي عياض، الشفا: ۵۲۴، ۵۲۵

کہ حدیث رسول ﷺ کی خوب تعظیم کروں۔ میں باوضو بیٹھ کر حدیث بیان کرتا ہوں۔فرمایا میں اسے مکروہ جانتا ہوں کہ راستہ میں یا کھڑے کھڑے یا جلدی میں حدیث بیان کی جائے اور فرمایا کہ میں یہ پسند کرتا ہوں کہ حدیث رسول اللہ ﷺ کو خوب سمجھا کر بیان کروں۔"

حضور ﷺ کی حدیث کو اتنا مقام و مرتبہ دینے کا یہ عالم ہے تو ان کے ہاں صاحب حدیث کے مرتبہ کا عالم کیا ہوگا۔ یہ عزت وہی دے سکتا ہے جس کے دل میں تعظیم وتکریم محمدی ﷺ کا سمندر موجزن ہو اور عشق مصطفیٰ ﷺ سے سینہ لبریز ہو۔ جب تک عشق، محبت، ادب اور تعظیم وتکریم اپنے کمال کو نہیں پہنچتا اُس وقت تک ان نسبتوں ان حدیثوں کی ایسی عزتیں اور ایسی تکریمیں نہیں ہوتیں۔ قاضی عیاض چونکہ خود مالکی المذہب ہیں وہ تو کثرت سے امام مالک کا ذکر لائے ہیں۔ عاشق رسول ہونے کی حیثیت میں ان کا حق بھی ہے۔ امام مالک ان عاشقان رسول ﷺ میں سے ہیں کہ ۹۴ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۱۸۰ ہجری میں وفات ہوئی۔ یعنی ۸۶ برس یا ۸۷ برس عمر پائی۔ لیکن انہوں نے پوری زندگی میں صرف دو حج کیے اور ستر برس یا ساٹھ برس گزار دیے۔ حج کرنے، نفلی حج کرنے یا عمرے کے لیے بھی نہیں گئے۔ کسی نے پوچھا: سارا جہاں جاتا ہے آپ کیوں نہیں جاتے؟ انہوں نے کہا: فرض ادا کر چکا، اب معلوم نہیں کہاں موت آجائے، میں حضور کے شہر سے باہر موت گوارا نہیں کرتا۔

۱۲۔ امام مالک مدینہ کی گلیوں میں نہیں بلکہ دیواروں کے ساتھ گھسیٹ گھسیٹ کر چلتے کہ جن گلیوں پر حضور کے قدم لگے ہیں، ابھی تک وہی گلیاں ہیں۔ میں گوارا نہیں کرتا کہ میرے قدم وہاں ان جگہوں پر لگ جائیں، جہاں حضور ﷺ نے قدم رنجہ فرمایا۔ قاضی عیاضؒ نقل کرتے ہیں:

کان مالکؒ لا یرکب بالمدینة دابةً، و کان یقول : أستحي من اللّٰه

أن أطأ تربة فيها رسول الله ﷺ بحافر دابة.[۱]

’’حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ مدینہ منورہ میں جانور پر سوار ہوکر نہ چلتے اور فرماتے کہ مجھے خدا سے شرم آتی ہے کہ میں سواری کے جانور سے اِس اَرضِ مقدس کو پامال کروں جہاں اللہ ﷻ کے رسول ﷺ جلوہ فرما ہیں۔‘‘

۱۳۔ امام عبد اللہ بن المبارک روایت کرتے ہیں کہ میں آپ کی مجلس میں تھا اور آپ حدیث بیان کررہے تھے۔ حدیث کو بیان کرتے ہوئے ایک بچھو نے سولہ مرتبہ آپ کو ڈس لیا۔ ہر دفعہ آپ کے چہرے کا رنگ متغیر ہوتا۔ لیکن وَلَا یَقْطَعُ حدیثَ رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ، حضور ﷺ کی حدیث بغیر توقف کے بیان کرتے رہے۔ حضور ﷺ کا ذکر بیان کرتے ہوئے کوئی آواز نہیں لگائی۔ جب فارغ ہوئے تو میں نے پوچھا:

یَا اَبَا عَبدِ اللّٰہِ! قَد رَأَیتُ مِنکَ الیَومَ عَجبًا.

’’اے ابوعبد اللہ! آج آپ کا عجب حال دیکھا ہے۔‘‘

آپ کے چہرے کا رنگ زرد ہوگیا اور عجیب تکلیف کی کیفیت محسوس ہوئی مگر آپ نے حدیثِ رسول ﷺ کی روایت اور بیان کو منقطع نہیں کیا۔ کیا وجہ ہے؟ کہنے لگے: ’’عبد اللہ بن مبارک! سولہ مرتبہ بچھو نے مجھے ڈسا ہے۔‘‘ تو آپ اسے جھٹک دیتے؟ فرمایا:

اِنَّمَا صَبَرتُ اِجلَالاً لِحَدِیثِ رَسُولِ اللّٰہِ ﷺ.[۲]

’’لیکن میں نے حدیثِ رسول ﷺ کی عظمت وجلال کی بنا پر صبر کیا۔‘‘

۱۴۔ ہشام بن غازی نے ایک مرتبہ راستے میں چلتے ہوئے امام مالک سے حضور ﷺ کی ایک حدیث پوچھ لی۔ امام مالک کے ہاتھ میں چھوٹی سی ایک چھڑی تھی۔

(۱) قاضي عياض، الشفا: ۵۴۰

(۲) قاضي عياض، الشفا: ۵۲۶

راستے میں کھڑے ہوئے آپ نے اس چھوٹی چھڑی سے بیس ضربیں ہشام بن غازی کو ماریں کہ حضور ﷺ کی حدیث راستے میں چلتے ہوئے نہیں پوچھتے، یہ بے ادبی ہے۔ بیس ضربیں لگا کر پھر اس کو مناسب جگہ پر بٹھایا اور بدلے میں ۲۰ حدیثیں سنائیں۔ ہشام بن غازی فرمایا کرتے تھے: میری خواہش تھی کہ مجھے ضربیں لگاتے جاتے اور حدیثیں سناتے جاتے۔ (۱)

۱۵۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ان کا ایک اونٹ تھا، ایک جگہ چٹیل میدان میں گھما رہے ہیں۔ کسی نے پوچھا: یہ کیا کر رہے ہیں؟ اُنہوں نے کہا: مجھے اور کچھ معلوم نہیں۔

إلا أنی رَأَیتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ فعله، ففعلته. (۲)

سوائے اس کے کہ میں نے تو ایک دن دیکھا تھا کہ حضور ﷺ اونٹ کو یہاں اسی طرح چکر لگوا رہے تھے۔ بس میں تو یار کی ادا نبھا رہا ہوں۔ اور کوئی کام نہیں ہے۔

۱۶۔ سونا مردوں کے لیے حرام ہے۔ آقا علیہ السلام نے ایک صحابی کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی دیکھی تو اُس کے ہاتھ سے چھین کر پھینک دی، بعد ازاں جب آپ ﷺ مجلس سے تشریف لے گئے تو صحابی بھی اُٹھ کر چل پڑے۔ یعنی اُن کی اتباع میں بھی عشق تھا۔ کسی نے روک لیا، اور کہا کہ عورتوں کے لیے تو سونا حلال ہے۔ حضور ﷺ کا اُتار کر پھینکنے کا مطلب یہ تھا کہ تمہارے لیے حرام ہے۔ اُٹھا کر لے جاؤ اور جا کر بیوی کو دے دینا۔ اُس نے کہا کہ یہ مسئلہ مجھے بھی معلوم ہے کہ عورتوں کے لیے حلال ہے۔ مگر جس شے کو حضور ﷺ نے ایک بار نفرت سے پھینک دیا ہو میں اس کو ہاتھ بھی نہیں لگا سکتا۔ (۳)

یہ تابعین کا عالم تھا اور تبع تابعین تسلسل کے ساتھ ان کے نقش قدم پر تھے۔

(۱) قاضی عیاض، الشفا: ۵۲۶

(۲) قاضی عیاض، الشفا: ۴۸۷، ۴۸۸

(۳) مسلم، الصحیح، کتاب اللباس والزینة، ۳: ۱۶۵۵، رقم: ۲۰۹۰

امت کا وہ تسلسل کہاں گیا؟ آج آقا ﷺ کے عشق اور محبت کو کچھ اور نام دیا جاتا ہے۔ یہ وہ وراثت اور میراث ہے جو اللہ رب العزت نے پتھروں کے اندر، درختوں میں، جانوروں میں، شجر وحجر میں رکھی تھی۔ یہ میراث صحابہ کے ایمان کو ملی تھی۔ ان سے تابعین میں آئی۔ تبع تابعین میں آئی۔ امت میں جب تک ایمان زندہ وسلامت رہا اس عشق اور ادب وتعظیم کی انتہا کے ساتھ سلامت رہا۔ آج امت نے اپنا رشتہ اس سے کاٹ ڈالا ہے۔

آقا علیہ السلام کے عشق و محبت اور تعظیم کا یہ حال پیدا کرنے کے لئے امت کو اس رشتے کو دوبارہ بحال کرنا ہوگا۔ اس عقیدہ اس نسبت، اس فہم، اس شعور کو دوبارہ بحال کرنا ہوگا۔ ان کی اتباع میں بھی عشق وادب مضمر ہے۔

یہ محبت کے پیمانے اور قرینے تھے۔ یہ ہر سال آقا علیہ السلام کا جو یومِ ولادت اور ماہ ربیع الاول اسی لیے آتا ہے کہ آقا علیہ السلام کے ساتھ اس نسبت کو پھر سے زندہ اور تازہ کیا جائے۔ اور وہ ٹوٹا ہوا عہد و پیمان جو اللہ نے انبیاء سے لیا تھا، پھر ان کی امتوں سے نبیوں نے لیا تھا، اور پھر حضور کی امت سے رب نے خود لیا:

فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ٥ (۱)

’’پس جو لوگ اس (برگزیدہ رسول ﷺ) پر ایمان لائیں گے اور ان کی تعظیم و توقیر کریں گے اور ان (کے دین) کی مدد و نصرت کریں گے اور اس نور (قرآن) کی پیروی کریں گے جو ان کے ساتھ اتارا گیا ہے، وہی لوگ ہی فلاح پانے والے ہیں٥‘‘

ایک عہد اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام سے لیا تھا میثاقِ رسالتِ محمدی ﷺ

(۱) الأعراف، ۷:۱۵۷

کا؛ پھر حضور ﷺ کی اُمت سے رب نے خود قرآن میں لیا کہ وہی لوگ فلاح پائیں گے جو میرے محبوب سے محبت کریں گے، ادب کریں گے، ان کی تعظیم و تکریم کریں گے اور میرے مصطفیٰ کا حد سے بڑھ کر ادب کریں گے۔ اللہ پاک نے یہ جو عہد و پیمان لیا اس رشتہ محبت کو، رشتہ تعظیم و ادب کو، رشتہ اتباع کو آقا علیہ السلام کی پیروی کو مستحکم کرنے کے لئے ہر سال بدل بدل کہ جو یہ مہینہ آتا ہے یہ یاد دلاتا ہے کہ ہم اس رشتے کو دوبارہ زندہ اور تازہ کریں۔ امت بہت دور چلی گئی ہے۔ ہم دنیا میں، مال و دولت کمانے میں کھوگئے۔ دنیاوی جاہ و منصب میں کھوگئے۔ عیش و آرام میں کھوگئے۔ لطف و آسائش میں کھوگئے۔ جوں جوں دن آگے گزرتے جا رہے ہیں۔ ہمارے ایمان سے روحانیت نکلتی جارہی ہے اور مادیت غالب تر ہوتی چلی جارہی ہے۔ ہماری ترجیحات بدل گئی ہیں، ہم اپنی پوری زندگیاں دنیا کے عیش و آرام اور آسائش میں گنوا رہے ہیں اور جوں جوں مادیت چھا رہی ہے روحانیت کم ہو رہی ہے اور عشق و محبت ادب تعظیم و تکریم کا عقیدہ فنا ہو رہا ہے۔ نتیجتاً اللہ رب العزت کا لطف و کرم اس کے انعام و احسان بھی ہاتھ سے جا رہا ہے۔ اس کا وعدہ تو ان لوگوں کو کامیابی، کامرانی، ابدی عزت اور فلاح دینے کا ہے جو حضور ﷺ کی محبت تعظیم و تکریم اور اتباع کا حق ادا کریں گے۔ اگر ہم اپنا حق ادا نہیں کرتے تو پھر اللہ رب العزت کا وعدہ تو ہمارے ساتھ نہیں رہے گا۔

حرفِ آخر

آج پھر ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم پلٹ کر اس نسبت کو زندہ اور تازہ کریں۔ ہم چاہے جس دنیا میں بھی رہیں مگر روحیں چودہ سو سال قبل حضور کی اس دنیا میں چلی جائیں۔ وہ رنگ و سلیقہ و قرینہ ادب کا عشق کا، پلٹا کے دوبارہ لے آئیں جو ابوبکر، عمر، عثمان، علی رضی اللہ عنہم نے دنیا کو دکھایا جو تابعین تبع تابعین ائمہ و اولیاء کا صلحاء اور پندرہ صدیوں سے اکابرین اور اسلاف اور اولیاء کا رہا ہے۔

ہر چیز نئی اچھی ہے۔ گاڑی نئے ماڈل کی آ جائے اور سہولت ہو تو بے شک لے لیں۔ نئے گھر، نئی نئی تکنیک، نئے نئے تعمیراتی ڈیزائن لے لیں، کوئی گناہ نہیں۔ ہر حلال چیز سے حلال طریقے سے آپ استفادہ کریں۔ تعلیم جتنی نئی ملے لے لو، ٹیکنالوجی نئی لے لو۔ کپڑے نئے نئے لے لو۔ گھر بار، سفر کی سہولتیں، ہر چیز بشرطیکہ وہ حلال ہو، لے لو۔ جدید سے جدید تر لے لو، کوئی مضائقہ نہیں، مگر ایمان و عقیدہ کبھی نیا نہ لو، وہی پرانا رکھو۔ زندگی کی ہر آسائش نئی مگر عقیدہ اور ایمان پرانا، اور جتنا پرانا رکھو گے اتنا اعلیٰ، اتنا قیمتی ہوگا۔ اس میں اتنا نور، اتنی روشنی، اتنی کشش ہوگی، عقیدہ نیا نہ لو۔ ہر نیا عقیدہ فتنہ ہے، ہر نیا عقیدہ بدعت ہے ہر نیا عقیدہ گمراہی اور ضلالت ہے اور ہر نیا عقیدہ دہلیز مصطفیٰ ﷺ سے دور لے جا رہا ہے۔

ہر شے کو عقل کے پیمانے پر قبول کرو، ہر علم سے، ہر ٹیکنالوجی سے، ہر فکر سے، ہر تحقیق سے، ہر شے سے عقل کا تعلق اور رشتہ رکھو۔ مگر حضور ﷺ کی بارگاہ میں عقل کا چراغ کبھی نہ جلاؤ حضور ﷺ سے تعلق دل کا رکھو عقل کا نہیں۔ وہاں جھکے رہو، عاشق لوگ محبوب کی باتوں کو عقل کے پیمانے پر نہیں پرکھتے۔ جہاں عقل کا دخل ہوا وہاں تنقید آتی ہے، جہاں تنقید آئی وہاں ایمان گیا۔ اللہ رب العزت نے سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر ۳ میں پہلا سبق ہی یہ دیا: یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ یعنی بن دیکھے والے ماننے والے ایمان دار۔ اور بن دیکھے ماننا عشق کا شیوہ ہے عقل کا شیوہ نہیں۔

آقا علیہ السلام سے تعلق، حضور ﷺ کی سیرت کی اتباع کرو بغیر عقل کے، حضور ﷺ کے عشق میں غرق ہو جاؤ۔ حضور ﷺ کی سنت کی اتباع کرو۔ حضور ﷺ سے محبت کرو عشق کے طریق سے۔ ادب اور تعظیم کرو۔ حضور ﷺ سے جس جس شے کو نسبت ہے اس کا ادب کرو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت ایمان ہے اور ان کا ادب و تعظیم واجب ہے، صرف اس لیے کہ وہ حضور ﷺ کے جان نثار ہیں، حضور ﷺ کے اصحاب ہیں۔ اہل بیت اطہار کی محبت ایمان ہے، اس لیے کہ حضور نے کندھوں پر حسن و حسین

علیہ السلام کو اٹھایا اور کھلایا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: جو ان سے محبت کرے گا وہ مجھ سے محبت کرے گا۔(۱) ہر شے کی نسبت حضور سے ہے۔

حرمین سے محبت ہے تو اس لیے کہ حضور کا وطن ہے۔ آقا نے ان نسبتوں کا لحاظ رکھا ہے۔ سارے شہر خدا کے، مگر کیوں کہ آقا ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن جب میں اٹھوں گا تو میرے ساتھ سب سے پہلے اہل جنت بقیع اٹھیں گے؟ پھر اہل مکہ اٹھیں گے۔ پھر دنیا اٹھے گی۔ یعنی حضور ﷺ کے ساتھ جو اَبدی آرام کر رہے ہیں، پہلے مدینہ والے اٹھیں گے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: باری تعالیٰ! ہمارے لیے مدینے کی محبت مکہ سے بھی زیادہ کر دے۔ یہ صحیحین بخاری، مسلم کی حدیث ہے۔(۲)

فرمایا: باری تعالیٰ! ہمارے لیے مدینہ کی محبت مکہ جیسی، اور پھر فرمایا: اس سے بھی زیادہ کر دے۔ شدید تر کر دے مدینہ کی محبت مکہ سے زیادہ۔ کیوں؟ اس لیے کہ وہاں خدا کا گھر ہے، اور یہاں خدا کے مصطفیٰ کا در ہے۔ گھر خدا کا وہاں ضرور ہے مگر خدا کی محبت کا مرکز و محور بھی مصطفیٰ کا در ہے۔ اس لیے جہاں حضور آرام فرما ہیں لاکھ کعبے بھی اس خطہ زمین پر قربان ہیں۔ حضور ﷺ نے یہ بھی دعا کی: باری تعالیٰ! مدینہ کی برکت کو بڑھا دے۔ اور حدیث پاک میں ہے، بخاری و مسلم کی متفق علیہ حدیث ہے، اتنی بڑھا دے کہ مکہ کی برکت سے بھی دوگنا کر دے۔

اس فضیلت کا جو فرق رکھا اس کا مدار کیا ہے؟ حج تو مکہ میں ہوتا ہے، مدینہ کی زیادہ برکت کیوں؟ محبت مدینہ کی زیادہ کیوں؟ سوائے اس کے کیا کوئی اور سبب ہے کہ مدینہ حضور ﷺ کا مسکن ہے اور مدفن ہے۔ اس لیے آقا علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا کہ قیامت

---

(۱) ۱۔ أحمد بن حنبل، المسند، ۲: ۴۰۰، رقم: ۹۶۷۱
۲۔ حاکم، المستدرک، ۳: ۱۸۲، رقم: ۴۷۷۴

(۲) ۱۔ بخاری، الصحیح، کتاب الحج، ۲: ۶۶۷، رقم: ۱۷۹۰
۲۔ مسلم، الصحیح، کتاب الحج، ۲: ۹۹۴، رقم: ۱۳۶۹

کے دن ساری دنیا کا ایمان سکڑ کر مدینہ میں آجائے گا۔(۱) جیسے سانپ ہر طرف سے بھاگ کر اپنے بل میں جا کر چھپ جاتا ہے(۲) اور محفوظ ہوجاتا ہے۔ جب پوری دنیا پر ایک وقت آئے گا کفر چھا جائے گا تو ایمان سکڑ کر مدینہ میں آجائے گا۔

آقا علیہ السلام نے بار بار ان چیزوں کی نشان دہی کی اور فرمایا:

مَا بَينَ منبري وروضتي روضة من رياض الجنة.(۳)

میرے گھر - جہاں حضور ﷺ کی قبر انور ہے، مزار اقدس - اور میرے منبر کے درمیان جنت کا باغ ہے۔ یہ ساری باتیں اس دوسرے شہر کے لیے تو نہیں کہی۔ جو بیت اللہ اور مسجد الحرام، مسجد حرام کا شہر ہے۔ حج وہیں ہے۔ مگر آقا علیہ السلام کی رغبتیں، جب مدینہ آگئے تو ساری محبتیں مدینہ میں سما گئیں۔ یہ اشارہ اُمت کو ایک سمتِ محبت دینے کے لئے تھا کہ مکہ سے محبت بھی اسی کی معتبر ہوگی جس کی کثرت کے ساتھ محبت مدینہ سے ہو۔

مدینہ کے بارے میں آقا علیہ السلام نے فرمایا: جس نے اہل مدینہ کے ساتھ برائی کا ارادہ رکھا، وہ دوزخ کی آگ میں اس طرح پگھل جائے گا جس طرح نمک پانی میں پگھل جاتا ہے۔(۴)

یہ اہل مدینہ کا اعزاز ہے۔ یعنی حضور ﷺ سمت محبت سکھا رہے ہیں آقا علیہ السلام کا ارشاد ہے: اے میرے امتیو! تمہاری محبت کا رُخ یہ ہونا چاہیے، کہ محبت اور عشق کی سمت مصطفیٰ ﷺ کے قدم ہوں، مصطفیٰ کی جگہ اور ذات ہو۔ اگر یہ محبت نصیب ہوگئی تو اس کے صدقے کعبہ کی محبت بھی نصیب ہوجائے گی۔ اسلام کی محبت، دین کی محبت اور ایمان کی محبت بھی مل جائے گی۔ اس رشتے کو دوبارہ زندہ کرلیں، پھر اپنی نسلوں میں اپنی اولادوں کو

(۱) بخاری، الصحیح، کتاب فضائل المدینۃ، ۲: ۶۶۳، رقم: ۱۷۷۷

(۲) مسلم، الصحیح، کتاب الایمان، ۱: ۱۳۱، رقم: ۱۴۷

(۳) بخاری، الصحیح، کتاب الجمعۃ، ۱: ۳۹۹، رقم: ۱۱۳۸

(۴) مسلم، الصحیح، کتاب الحج، ۲: ۹۹۲، رقم: ۱۳۶۳

سکھائیں، یہ وراثت ان کو منتقل کرنے کی ضرورت ہے۔ ہم بہت بڑی غلطی کرتے ہیں کہ ان کو بچپن میں نظر انداز کرتے رہتے ہیں اور جب عمر کے اس حصے میں جا پہنچتے ہیں تو وہ نئی بات سمجھنے کے لیے تیار نہیں ہوتے تو پھر ہم شکوہ کرتے ہیں۔ اس شیوہ ایمان کو خود بھی اپنائیں اور اپنی اولادوں کو یہ ساری وراثت منتقل کریں۔ تب جا کے ہم اس قابل ہوں گے کہ آقا علیہ السلام کی بارگاہ میں جب قیامت کے دن پیش ہوں تو سرخ رُو ہو سکیں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ.

مآخذ و مراجع

١. القرآن الحکیم۔

٢. **آلوسی**، محمود بن عبد اللہ حسینی (۱۲۱۷۔۱۲۷۰ھ/۱۸۰۲۔۱۸۵۴ء)۔ **روح المعانی في تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی**۔ لبنان: دار احیاء التراث العربی۔

٣. **آلوسی**، امام شہاب الدین سید محمود بن عبد اللہ حسینی آلوسی البغدادی۔ **روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم**۔ ملتان، پاکستان: مکتبہ امدادیہ۔

٤. **احمد بن حنبل**، ابو عبد اللہ بن محمد (۱۶۴۔۲۴۱ھ/۷۸۰۔۸۵۵ء)۔ **المسند**۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۳۹۸ھ/۱۹۷۸ء۔

٥. **ازرقی**، ابو الولید محمد بن عبد اللہ ابن احمد۔ **اخبار مکة**۔ بیروت، لبنان: دار الاندلس للنشر، ۱۴۱۶ھ/۱۹۹۶ء۔

٦. **ابن اسحاق**، محمد بن اسحاق بن یسار، (۸۵۔۱۵۱ھ)۔ **السیرة النبویة**۔ معہد الدراسات والابحاث للتعریب۔

٧. **بخاری**، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل (۱۹۴۔۲۵۶ھ/ ۸۱۰۔ ۸۷۰ء)۔ **التاریخ الکبیر**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ۔

٨. **بخاری**، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل (۱۹۴۔۲۵۶ھ/ ۸۱۰۔ ۸۷۰ء)۔ **الصحیح**۔ بیروت، لبنان + دمشق، شام: دار القلم، ۱۴۰۱ھ/ ۱۹۸۱ء۔

٩. **بزار**، ابو بکر احمد بن عمرو بن عبد الخالق بصری (۲۱۰۔۲۹۲ھ/ ۸۲۵۔۹۰۵ء)۔ **المسند**۔ بیروت، لبنان: ۱۴۰۹ھ۔

١٠. **بغوی**، ابو محمد بن فراء حسین بن مسعود بن محمد (۴۳۶۔۵۱۶ھ/ ۱۰۴۴۔۱۱۲۲ء)۔

معالم التنزیل۔ بیروت، لبنان: دارالمعرفہ، ۱۴۱۵ھ/ ۱۹۹۵ء۔

۱۱. **بیہقی**، ابو بکر احمد بن حسین بن علی (۳۸۴۔۴۵۸ھ/ ۹۹۴۔۱۰۶۶ء)۔ السنن الکبری۔ مدینہ منورہ، سعودی عرب: مکتبۃ الدار، ۱۴۱۰ھ/ ۱۹۸۹ء۔

۱۲. **بیہقی**، ابو بکر احمد بن حسین بن علی (۳۸۴۔۴۵۸ھ/۹۹۴۔ ۱۰۶۶ء)۔ السنن الکبری۔ مکہ مکرمہ، سعودی عرب: مکتبہ دار الباز، ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۴ء۔

۱۳. **بیہقی**، ابوبکر احمد بن حسین بن علی (۳۸۴۔۴۵۸ھ/۹۹۴۔ ۱۰۶۶ء)۔ شعب الایمان۔ بیروت، لبنان: دارالکتب العلمیۃ، ۱۴۱۰ھ/ ۱۹۹۰ء۔

۱۴. **بیہقی**، ابو بکر احمد بن حسین بن علی (۳۸۴۔۴۵۸ھ/۹۹۴۔ ۱۰۶۶ء)۔ دلائل النبوہ۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۵ء۔

۱۵. **بیہقی**، ابو بکر احمد بن حسین بن علی (۳۸۴۔۴۵۸ھ/۹۹۴۔ ۱۰۶۶ء)۔ دلائل النبوہ۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۲۳ھ/۲۰۰۲ء۔

۱۶. **ترمذی**، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ (۲۱۰۔۲۷۹ھ/ ۸۲۵۔۸۹۲ء)۔ الجامع الصحیح۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی۔

۱۷. **ترمذی**، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ (۲۱۰۔۲۷۹ھ/ ۸۲۵۔۸۹۲ء)۔ الجامع الصحیح۔ بیروت، لبنان: دار الغرب الاسلامی، ۱۹۹۸ء۔

۱۸. **ابن تیمیہ**، ابو العباس احمد بن عبد الحلیم حرانی (۶۶۱۔۷۲۸ھ/۱۲۶۳۔۱۳۲۸ء)۔ دقائق التفسیر۔ دمشق، شام: موسسہ علوم القرآن، ۱۴۰۴ھ۔

۱۹. **ابن جعد**، ابو الحسن علی بن جعد بن عبید ہاشمی (۱۳۳۔۲۳۰ھ/۷۵۰۔ ۸۴۵ء)۔ المسند۔ بیروت، لبنان: مؤسسہ نادر، ۱۴۱۰ھ/۱۹۹۰ء۔

۲۰. **ابن جوزی**، ابو الفرج عبد الرحمٰن بن علی (۵۱۰۔۵۷۹ھ/۱۱۱۶۔۱۲۰۱ء)۔ زاد المسیر فی علم التفسیر۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۴۰۴ھ/۱۹۸۴ء۔

۲۱. **ابن جوزی**، ابو الفرج عبد الرحمٰن بن علی (۵۱۰۔۵۷۹ھ/۱۱۱۶۔ ۱۲۰۱ء)۔ **الوفا بأحوال المصطفی** ﷺ۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۰۸ھ/ ۱۹۸۸ء۔

۲۲. **ابن ابی حاتم**، عبد الرحمٰن بن ابی حاتم (۲۴۰۔۳۲۷ھ/۸۵۴۔ ۹۳۸ء)۔ **تفسیر القرآن العظیم**۔ سعودی عرب: مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۹ء۔

۲۳. **حاکم**، ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن محمد (۳۲۱۔۴۰۵ھ/۹۳۳۔۱۰۱۴ء)۔ **المستدرک علی الصحیحین**۔ بیروت، لبنان: مکتبہ اسلامی، ۱۳۹۸ھ

۲۴. **حاکم**، ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن محمد (۳۲۱۔۴۰۵ھ/۹۳۳۔۱۰۱۴ء)۔ **المستدرک علی الصحیحین**۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۱ھ/۱۹۹۰ء۔

۲۵. **ابن حبان**، ابو حاتم محمد بن حبان بن احمد بن حبان (۲۷۰۔۳۵۴ھ/۸۸۴۔ ۹۶۵ء)۔ **الصحیح**۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۳ء۔

۲۶. **ابن حبان**، ابو حاتم محمد بن حبان بن احمد بن حبان (۲۷۰۔۳۵۴ھ/۸۸۴۔ ۹۶۵ء)۔ **الثقات**۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۳۹۵ھ/۱۹۷۵ء۔

۲۷. **ابن حمید**، عبد بن حمید بن نصر ابو محمد (م ۲۴۹ھ)۔ **المسند**۔ قاہرہ، مصر: مکتبۃ السنۃ، ۱۴۰۸ھ/۱۹۸۸ء۔

۲۸. **ابو داود**، سلیمان بن اشعث سجستانی (۲۰۲۔۲۷۵ھ/ ۸۱۷۔۸۸۹ء)۔ **السنن**۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۴ء۔

۲۹. **ابو داود**، سلیمان بن اشعث سجستانی (۲۰۲۔۲۷۵ھ/ ۸۱۷۔۸۸۹ء)۔ **السنن**۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی۔

۳۰. **دارمی**، ابو محمد عبد اللہ بن عبد الرحمٰن (۱۸۱۔۲۵۵ھ/ ۷۹۷۔۸۶۹ء)۔ **السنن**۔ بیروت، لبنان: دار الکتاب العربی، ۱۴۰۷ھ۔

۳۱. **دیلمی**، ابو شجاع شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ ہمذانی (۴۴۵۔۵۰۹ھ/۱۰۵۳۔۱۱۱۵ء)۔ مسند الفردوس۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۹۸۶ء۔

۳۲. **ابو سعد نیشاپوری**، عبد الملک بن ابی عثمان محمد بن ابراہیم خرکوشی (م ۴۰۶ھ)۔ شرف المصطفیٰ ﷺ۔ مکۃ المکرّمۃ، سعودی عرب: دار البشائر الاسلامیہ، ۱۴۲۴ھ/۲۰۰۳ء۔

۳۳. **سعید بن منصور**، ابو عثمان خراسانی (م ۲۲۷ھ). السنن۔ بھارت: الدار السّلفیہ، ۱۹۸۲ء۔

۳٤. **سعید بن منصور**، ابو عثمان خراسانی (م ۲۲۷ھ)۔ السنن۔ ریاض، سعودی عرب: دار العصیمی، ۱۴۱۴ھ۔

۳٥. **ابن سعد**، ابو عبد اللہ محمد (۱۶۸۔۲۳۰ھ/۷۸۴۔۸۴۵ء)۔ الطبقات الکبری۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۳۹۸ھ/۱۹۷۸ء۔

۳٦. **ابن سعد**، ابو عبد اللہ محمد (۱۶۸۔۲۳۰ھ/۷۸۴۔۸۴۵ء)۔ الطبقات الکبری۔ بیروت، لبنان: دار بیروت للطباعۃ والنشر، ۱۳۹۸ھ/۱۹۷۸ء۔

۳۷. **سیوطی**، جلال الدین ابو الفضل عبد الرحمٰن بن ابی بکر (۸۴۹۔۹۱۱ھ/۱۴۴۵۔۱۵۰۵ء)۔ الخصائص الکبری۔ فیصل آباد، پاکستان: مکتبہ نوریہ رضویہ۔

۳۸. **سیوطی**، جلال الدین ابو الفضل عبد الرحمٰن بن ابی بکر بن محمد بن ابی بکر بن عثمان (۸۴۹۔۹۱۱ھ/ ۱۴۴۵۔ ۱۵۰۵ء)۔ الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور۔ بیروت، لبنان: دار المعرفہ۔

٤٩. **ابن ابی شیبہ**، ابو بکر عبد اللہ بن محمد (۱۵۹۔ ۲۳۵ھ/۷۷۶۔۸۴۹ء)۔ المصنف۔ ریاض، سعودی عرب: مکتبۃ الرشد۔

٤٠. **ابن ابی شیبہ**، ابو بکر عبد اللہ بن محمد (۱۵۹۔ ۲۳۵ھ/۷۷۶۔۸۴۹ء)۔ المصنف۔

کراچی، پاکستان: ادارہ القرآن والعلوم۔

٤١. **صالحی**، ابوعبداللہ محمد بن یوسف بن علی بن یوسف شامی (م۹۴۲ھ/۱۵۳۶ء)۔ سبل الهدی و الرشاد۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۳ء۔

٤٢. **شیبانی**، ابو بکر احمد بن عمرو بن ضحاک شیبانی (۲۰۶۔۲۸۷ھ/۸۲۲۔ ۹۰۰ء)۔ الآحاد و المثاني۔ ریاض، سعودی عرب: دار الرایہ، ۱۴۱۱ھ/۱۹۹۱ء۔

٤٣. **طبرانی**، سلیمان بن احمد بن ایوب (۲۶۰۔۳۶۰ھ/۸۷۳۔۹۷۱ء)۔ المعجم الاوسط۔ ریاض، سعودی عرب: مکتبۃ المعارف، ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵ء۔

٤٤. **طبرانی**، سلیمان بن احمد بن ایوب (۲۶۰۔۳۶۰ھ/۸۷۳۔۹۷۱ء)۔ المعجم الاوسط. قاہرہ، مصر: دارالحرمین، ۱۴۱۵ھ۔

٤٥. **طبرانی**، سلیمان بن احمد بن ایوب (۲۶۰۔۳۶۰ھ/۸۷۳۔۹۷۱ء)۔ المعجم الکبیر۔ قاہرہ، مصر: مکتبہ ابن تیمیہ۔

٤٦. **طبرانی**، سلیمان بن احمد بن ایوب (۲۶۰۔۳۶۰ھ/۸۷۳۔۹۷۱ء)۔ المعجم الکبیر۔ موصل، عراق: مکتبۃ العلوم والحکم، ۱۴۰۴ھ/۱۹۸۳ء۔

٤٧. **طبری**، ابوجعفر محمد بن جریر بن یزید (۲۲۴۔۳۱۰ھ/۸۳۹۔۹۲۳ء)۔ جامع البیان في تفسیر القرآن۔ بیروت، لبنان: دار المعرفہ، ۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء۔

٤٨. **طبری**، ابوجعفر محمد بن جریر بن یزید (۲۲۴۔۳۱۰ھ/۸۳۹۔۹۲۳ء)۔ تاریخ الأمم و الملوک۔ بیروت، لبنان: دارالکتب العلمیہ، ۱۴۰۷ھ۔

٤٩. **ابن ابی عاصم**، ابو بکر بن عمرو بن ضحاک بن مخلد شیبانی (۲۰۶۔۲۸۷ھ/ ۸۲۲۔۹۰۰ء)۔ السنۃ۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۴۰۰ھ۔

٥٠. **ابن عساکر**، ابو قاسم علی بن حسن بن ہبۃ اللہ دمشقی (۴۹۹۔۵۷۱ھ/ ۱۱۰۵۔۱۱۷۶ء)۔ تاریخ دمشق الکبیر (تاریخ ابن عساکر)۔ بیروت،

لبنان: دار احیاء التراث العربی، ۱۴۲۱ھ/ ۲۰۰۱ء۔

٥١. **ابن عساکر**، ابو قاسم علی بن حسن بن ہبۃ اللہ دمشقی (۴۹۹۔۵۷۱ھ/ ۱۱۰۵۔۱۱۷۶ء)۔ تاریخ مدینة دمشق۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، ۱۹۹۵ء۔

٥٢. **فاکہی**، ابو عبد اللہ محمد بن اسحاق بن عباس مکی (م ۲۷۲ھ/ ۸۸۵ء)۔ أخبار مکة في قدیم الدهر وحدیثه۔ بیروت، لبنان: دار خضر، ۱۴۱۴ھ۔

٥٣. **قاضی عیاض**، ابو الفضل عیاض بن موسیٰ بن عیاض بن عمرو بن موسیٰ بن عیاض بن محمد بن موسیٰ بن عیاض یحصبی (۴۷۶۔۵۴۴ھ/ ۱۰۸۳۔۱۱۴۹ء)۔ الشفا بتعریف حقوق المصطفی۔ بیروت، لبنان: دار الکتاب العربی۔

٥٤. **قاضی عیاض**، ابو الفضل عیاض بن موسیٰ بن عیاض بن عمرو بن موسیٰ بن عیاض بن محمد بن موسیٰ بن عیاض (۴۷۶۔۵۴۴ھ/ ۱۰۸۳۔۱۱۴۹ء)۔ الشفا بتعریف حقوق المصطفی۔ ملتان، پاکستان: عبدالتواب اکیڈمی۔

٥٥. **قرطبی**، ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن محمد اُموی (۲۸۴۔ ۳۸۰ھ/ ۸۹۷۔۹۹۰ء)۔ الجامع لأحکام القرآن۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی۔

٥٦. **قسطلانی**، ابو العباس احمد بن محمد بن ابی بکر بن عبد الملک بن احمد بن محمد بن حسین بن علی (۸۵۱۔۹۲۳ھ/ ۱۴۴۸۔۱۵۱۷ء)۔ المواهب اللدنیة بالمنح المحمدیة۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، ۱۴۱۲ھ/ ۱۹۹۱ء۔

٥٧. **ابن کثیر**، ابو الفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر (۷۰۱۔۷۷۴ھ/ ۱۳۰۱۔۱۳۷۳ء)۔ تفسیر القرآن العظیم۔ بیروت، لبنان: دار المعرفه، ۱۴۰۰ھ/ ۱۹۸۰ء۔

٥٨. **ابن کثیر**، ابو الفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر (۷۰۱۔۷۷۴ھ/ ۱۳۰۱۔۱۳۷۳ء)۔ شمائل الرسول ﷺ۔ بیروت، لبنان: دار المعرفة۔

٥٩. **لالکائی**، ابو قاسم هبة اللہ (۴۱۸ھ)۔ إعتقاد أهل السنة والجماعة من الکتاب

والسنة و إجماع الصحابة۔ ریاض، سعودی عرب: دار طیبۃ، ۱۴۰۲ھ۔

٦٠. **ابن ماجہ**، ابو عبد اللہ محمد بن یزید قزوینی (۲۰۹۔۲۷۳ھ/ ۸۲۴۔۸۸۷ء)۔ السنن۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۸ء۔

٦١. **ابن ماجہ**، ابو عبد اللہ محمد بن یزید قزوینی (۲۰۹۔۲۷۳ھ/ ۸۲۴۔۸۸۷ء)۔ السنن۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی، ۱۳۹۵ھ/ ۱۹۷۵ء۔

٦٢. **مالک**، ابن انس بن مالک بن ابی عامر (۹۳۔۱۷۹ھ/ ۷۱۲۔۷۹۵ء)۔ الموطأ۔ لاہور، پاکستان: مطبع مجتبائی

٦٣. **مالک**، ابن انس بن مالک بن ابی عامر (۹۳۔۱۷۹ھ/ ۷۱۲۔۷۹۵ء)۔ الموطأ۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی، ۱۴۰۶ھ/ ۱۹۸۵ء۔

٦٤. **ماوردی**، ابوالحسین علی بن محمد بن حبیب (۳۷۰۔ ۴۲۹ھ)۔ **أعلام النبوۃ**۔ بیروت، لبنان: دار الکتاب العربی، ۱۹۸۷ء۔

٦٥. **ابن مبارک**، ابو عبد الرحمٰن عبد اللہ بن واضح مروزی (۱۱۸۔۱۸۱ھ/ ۷۳۶۔ ۷۹۸ء)۔ کتاب الزھد۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۲۵ھ/ ۲۰۰۴ء۔

٦٦. **ابو محاسن**، یوسف بن موسیٰ حنفی۔ المعتصر من المختصر من مشکل الآثار۔ بیروت، لبنان: عالم الکتاب۔

٦٧. **مسلم**، ابو الحسین ابن الحجاج بن مسلم بن ورد قشیری نیشاپوری (۲۰۶۔ ۲۶۱ھ/ ۸۲۱۔۸۷۵ء)۔ الصحیح۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی۔

٦٨. **مقدسی**، ضیاء الدین ابو عبد اللہ محمد بن عبد الواحد بن احمد بن عبد الرحمٰن بن اسماعیل بن منصوری سعدی حنبلی (۵۶۹۔۶۴۳ھ/ ۱۱۷۳۔۱۲۴۵ء)۔ الاحادیث المختارہ۔ مکہ مکرمہ، سعودی عرب: مکتبۃ النہضۃ الحدیثۃ، ۱۴۱۰ھ/ ۱۹۹۰ء۔

٦٩. **مقدسی**، ضیاء الدین ابو عبد اللہ محمد بن عبد الواحد بن احمد بن عبد الرحمٰن بن اسماعیل

بن منصوری سعدی حنبلی (۵۶۹۔۶۴۳ھ/۱۱۷۳۔۱۲۴۵ء)۔ الاحادیث المختارہ۔ فضائل بیت المقدس، شام: دارالفکر، ۱۴۰۵ھ۔

۷۰. **منذری**، ابو محمد عبد العظیم بن عبد القوی (۵۸۱۔۶۵۶ھ/ ۱۱۸۵۔۱۲۵۸ء)۔ الترغیب والترھیب۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۷ھ۔

۷۱. **نسائی**، ابو عبد الرحمٰن احمد بن شعیب بن علی (۲۱۵۔۳۰۳ھ/ ۸۳۰۔۹۱۵ء)۔ السنن۔ کراچی، پاکستان: قدیمی کتب خانہ۔

۷۲. **نسائی**، ابو عبد الرحمٰن احمد بن شعیب بن علی (۲۱۵۔۳۰۳ھ/ ۸۳۰۔۹۱۵ء)۔ السنن الکبریٰ۔ بیروت، لبنان: دارالکتب العلمیہ، ۱۴۱۱ھ/۱۹۹۱ء۔

۷۳. **ابو نعیم**، احمد بن عبد اللہ بن احمد اصبہانی (۳۳۶۔۴۳۰ھ/ ۹۴۸۔۱۰۳۸ء)۔ دلائل النبوۃ۔ حیدر آباد، بھارت: مجلس دائرہ معارف عثمانیہ، ۱۳۶۹ھ/۱۹۵۰ء۔

۷۴. **ہیثمی**، نور الدین ابو الحسن علی بن ابی بکر بن سلیمان (۷۳۵۔۸۰۷ھ/ ۱۳۳۵۔۱۴۰۵ء)۔ مجمع الزوائد ومنبع الفوائد۔ قاہرہ، مصر: دار الریان للتراث + بیروت، لبنان: دار الکتاب العربی، ۱۴۰۷ھ/ ۱۹۸۷ء۔

۷۵. **ہیثمی**، نور الدین ابو الحسن علی بن ابی بکر بن سلیمان (۷۳۵۔۸۰۷ھ/ ۱۳۳۵۔۱۴۰۵ء)۔ مجمع الزوائد۔ قاہرہ، مصر: دار الریان للتراث + بیروت، لبنان: دار الکتاب العربی، ۱۴۰۷ھ/ ۱۹۸۷ء۔

۷۶. **ہیثمی**، نور الدین ابو الحسن علی بن ابی بکر بن سلیمان (۷۳۵۔۸۰۷ھ/ ۱۳۳۵۔۱۴۰۵ء)۔ موارد الظمآن إلی زوائد ابن حبان۔ بیروت، لبنان + دمشق، شام: دار الثقافۃ العربیہ، ۱۴۱۱ھ/۱۹۹۰ء۔

۷۷. **ابو یعلی**، احمد بن علی بن مثنی بن یحییٰ بن عیسیٰ بن ہلال موصلی تمیمی (۲۱۰۔۳۰۷ھ/ ۸۲۵۔۹۱۹ء)۔ المسند۔ دمشق، شام: دار المأمون للتراث، ۱۴۰۴ھ/۱۹۸۴ء۔